ماہنامہ

حکمت بالغہ

مئی 2011

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:- 0092-47-77628261

ای میل: hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ القلم (68) آیات 34-52

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اِنَّ لِلمُتَّقِینَ عِندَ رَبِّھِم جَنّٰتِ النَّعِیمِ O

پرہیزگاروں کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں نعمت کے باغ ہیں

اَفَنَجعَلُ المُسلِمِینَ کَالمُجرِمِینَ O

کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کردیں گے

مَا لَکُم کَیفَ تَحکُمُونَ O

تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسی تجویزیں کرتے ہو؟

اَم لَکُم کِتٰبٌ فِیہِ تَدرُسُونَ O

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں (یہ) پڑھتے ہو

اِنَّ لَکُم فِیہِ لَمَا تَخَیَّرُونَ O

کہ جو چیز تم پسند کروگے وہ تم کو ضرور ملے گی

اَم لَکُم اَیمَانٌ عَلَینَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَومِ القِیٰمَۃِ اِنَّ لَکُم لَمَا تَحکُمُونَ O

یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی

کہ جس شے کا تم حکم کروگے وہ تمہارے لیے حاضر ہوگی

سَلۡهُمۡ اَیُّهُمۡ بِذٰلِكَ زَعِیۡمٌ O

ان سے پوچھو ان میں سے اس کا کون کون دعویدار ہے

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكَآءُ فَلۡیَاۡتُوۡا بِشُرَكَآئِهِمۡ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ O

کیا (اس قول میں) ان کے اور بھی شریک ہیں؟

اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شریکوں کو سامنے لائیں

یَوۡمَ یُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّ یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ O

جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا

اور (کفار) سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ کی قدرت نہ پائیں گے

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہو گی

وَ قَدۡ كَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَ هُمۡ سٰلِمُوۡنَ O

حالانکہ پہلے (اس وقت) سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے

جبکہ صحیح وسالم تھے (اور وہ بالارادہ سجدہ نہیں کرتے تھے)

صدق اللہ العظیم

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1۔ وزیرستان پر ڈرون حملوں میں شہید ہونے والے بیگناہ ہم وطن مسلمانوں کے لواحقین سے اظہار یکجہتی

وطن عزیز پاکستان پر اس وقت عالم کفر امریکی سربراہی میں حملہ آور ہے نیٹو(NATO) ممالک اور بھارت کا غیر مشروط تعاون اُسے حاصل ہے۔ ملک بھر میں مزاروں، مارکیٹوں، مذہبی مقامات اور مساجد پر خودکش حملوں میں بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے جبکہ ہمارے مغربی سرحدی علاقے فاٹا (FATA) یعنی وزیرستان میں ڈرون حملوں میں بے دریغ ہمارے مسلمان بھائیوں اور پاکستانی شہریوں کو ہلاک کیا جارہا ہے ملک بھر میں جہاں کہیں بھی یہ حملے ہیں ہم اُن کی مذمت کرتے ہیں اور ہماری آرزو ہے کہ ملک بھر کے تمام مسلمان ان حملوں میں درجہ شہادت پانے والے بے گناہ مسلمانوں کی موت پر ان حملوں کے پس پردہ عناصر کی مذمت کریں اور ان کا راستہ روکنے کی کوشش کریں بلکہ فاٹا کے مسلمانوں سے اضافی طور پر اظہار یکجہتی کریں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ لاہور، اسلام آباد، مردان، پشاور، ڈی جی خان کے خودکش حملوں میں شہید ہونیوالوں اور ریمنڈ ڈیوس کے ہاتھوں ہلاک شدگان کے لواحقین کو تو حکومت کچھ مالی امداد بھی فراہم کر دیتی ہے اور عوامی سطح پر شدید ردِعمل بھی سامنے آتا ہے مگر ہمارا میڈیا اور عوام ــــــــــ فاٹا کے مظلوم عوام سے اس درجے اظہارِ ہمدردی و یکجہتی نہیں کرتے جتنا کہ اُن کا حق بنتا ہے جس سے فاٹا کے ہمارے

مظلوم مسلمان بھائیوں کے دلوں میں یہ احساس ابھرنے کا اندیشہ ہے کہ لاہور کی سڑکوں یا پختو نخواہ کے کسی شہر میں ہلاک ہونے والوں کا خون فاٹا میں ہلاک ہونیوالے مسلمانوں سے زیادہ قیمتی ہے اور ہمارے دشمن یہی چاہتے ہیں کہ ایسے خیالات پروان چڑھیں اور باہمی نفرتیں بڑھیں۔

مگر ہم مسلمانانِ پاکستان کو بیدار مغزی اور زندہ اجتماعی شعور کا ثبوت دینا چاہیے۔ فاٹا کے مسلمان بھائیوں سے اظہارِ یکجہتی بھی کرنا چاہیے اور ہو سکے تو سول سوسائٹی کے وفود خود جا کر وہاں کے عوام سے اظہارِ یکجہتی کے جذبات کا اظہار کر کے آئیں تا کہ ہمارے ملی اور اسلامی جذبات کی آبیاری ہو یہ ملی اور اسلامی جذبہ بیدار رہے گا تو ہی ہم وطن عزیز پاکستان اور برادرِ ملک افغانستان سے غیر ملکی قابض فوجوں کو گھر کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔

2۔ قرآن پاک کے جلانے کا گھناؤنا دہشت گردی کا عمل

بحیثیت مسلمان ہم قرآن پاک کو تورات' زبور اور انجیل کی طرح آسمانی کتاب، اللہ کا کلام اور آخری کتاب سمجھتے ہیں' سابقہ کتب آج دنیا میں اصلی شکل میں نہیں ہیں' خود ان کتابوں کے پیروکار یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ موجودہ کتب بعد میں لوگوں نے اپنی یادداشتوں سے مرتب کی ہیں اسکے باوجود ہم' عیسائی اور یہودی (ہندو، سکھ، پارسی) مذہب کے پیروکار انسانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان کی موجودہ کتابوں کا احترام بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ہم مسلمان اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔

ہم باہمی احترام کے اسی جذبے کے تحت مسیحی اور یہودی برادری سے بھی توقع رکھتے ہیں کہ قرآن پاک کا احترام کریں اور ہمیں یہ بات برملا کہنے میں حرج نہیں کہ ان مذاہب کے پیروکاروں کی اکثریت اس پر عمل بھی کرتی ہے۔ تاہم کچھ شر پسند، دہشت گرد اور امن دشمن لوگ قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے سے باز نہیں آتے۔ ہمارے نزدیک قرآن پاک کی بے حرمتی اور جلانے جیسے واقعات محض کچھ خاص افراد یا کسی اقلیتی سوچ کے حامل گروہ کا عمل صرف اس وقت قرار دیا جا سکتا ہے جب اس ملک کے حکمران اور حکومت ایسے افراد اور گروہ کو پکڑ کر قانون کی گرفت میں لائے اور عدالت میں پیش کرے اور قرار واقعی سزا دلوائے۔ مگر افسوس کہ مغربی حکومتیں، دانشور اور میڈیا ــــــــ ان مذموم واقعات کی مذمت کرنے کی بجائے ان کے جواز

پر زور دیتے ہیں اور اپنے ہاں کے اُصولوں اور آزادی رائے اور لبرل ازم کی پناہ لیتے ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ یہ طرزِ عمل سراسر بددیانتی ہے اور مغربی ممالک کی سوچی سمجھی مسلمانوں کے خلاف پالیسی کا حصہ ہے ہم اسے آزادی رائے اور لبرل ازم کے تحت ایک لمحے کے لئے بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کی مثالیں خود دورِ حاضر کے مغربی قانون، میڈیا اور پریس سے دی جاسکتی ہیں۔

ہمارے نزدیک قرآن پاک کی بے حرمتی کوئی مفرد عمل نہیں ہے یہ سرکاری سطح پر مغربی ممالک بالخصوص امریکہ اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر دراصل جیو ورلڈ آرڈر (JEW WORLD ORDER) ہے۔ اس پالیسی کے تحت سیکولرازم کے فروغ کے لئے مسلمانوں کے دلوں سے قرآن پاک، کلام اللہ اور وحی کے تصورات کو ختم کرنے کا پرچار کرنا ہے۔ ہمارے نزدیک حرمت قرآن کی بہت اہمیت ہے اور مسلمان جب تک کمزور ہیں اس پر زبانی احتجاج کریں گے اور کر رہے ہیں جب بھی مسلمان جاگے تو اس کو کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ مزید برآں ——— ہمارے نزدیک قرآن پاک کی بے حرمتی دراصل قرآن پاک کے لانے والے حضرت محمد ﷺ کی توہین ہے اور اس توہین رسالت کو کوئی مسلمان بقائمی ہوش و حواس برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ مسلمان ممالک کے عوام میں تو یہ شعور ہے کاش ——— مسلمان ممالک کے حکمران زرداری صاحب یا گیلانی صاحب کرزئی صاحب شاہ عبداللہ صاحب وغیرھم بھی خواب غفلت اور صرف اپنے اقتدار کے تحفظ کے فلسفے سے باہر نکلیں اور مسلمانوں کے جذبات کی نمائندگی کریں...... وگرنہ عوامی بیداری کا بے رحم ریلا عالم اسلام کے طول و عرض میں ایسے سب امریکی غلام حکمرانوں کے اقتدار کو بہا کر لے جائے گا۔ خدائی غیظ و غضب اور قرآن مجید جس کا کلام ہے اس کی پکڑ سے کوئی خادم اور صدر اور شہنشاہ بھی نہیں بچ سکے گا۔

ہماری آرزو ہے کہ اس سے پہلے کہ حالات بے قابو ہوں امریکی بے لگام پادری اور اس کی سرپرست امریکی حکومت حرمت قرآن سے آگے حرمت رسول ﷺ کے دامن پر ہاتھ ڈالے یا اس سے آگے مکہ اور مدینہ کی حرمت کو پامال کرنے کا سوچیں اور منصوبہ سازی کریں ——— ہم مسلمانوں کو اپنے دین کے تحفظ کے لئے کھڑے ہو جانا چاہئے اور عالم کفر

سے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیے۔اس موقع پر اپنے باہمی اختلافات ایک طرف رکھ کر ملی غیرت وحمیت کا ثبوت دینا چاہئے۔اس لئے کہ یہ حقیقت ہے کہ ہماری عزت، ہمارے خاندان کی عزت، ہماری بہو بیٹیوں کی عزت بذات خود کوئی چیز نہیں ہے۔جب تک مسلمان اللہ سبحانہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی حرمت اور اس کے کلام کی حرمت کی حفاظت میں چوکس اور سر بکف رہے گا...... اللہ تعالیٰ ہماری عزتیں بھی محفوظ رکھے گا اور ان کی حفاظت فرمائے گا اور اگر ہم نے بحثیت مسلمان اپنا فرض منصبی بھلا دیا تو ہماری عزتیں پہلے پامال ہوں گی جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین، قرآن مجید اور حرمت رسول ﷺ کی حفاظت کا جھنڈا کسی اور بیدار اور فدائی قوم کے حوالے کر دیگا

وَ اللّٰہُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ (38:47)

''اور اللہ کسی کا محتاج نہیں جبکہ تم (سب) اس کے محتاج ہو۔اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے''

اس آیت مبارکہ میں جو خوفناک وعید ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔اس سے پہلے کہ ہم مسلمانوں پر یہ فرد جرم عائد ہو...... ہمیں سابقہ غلطیوں پر توبہ کرتے ہوئے آئندہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے کامل وفاداری کا عہد کرنا چاہیے ہے۔اللہ کرے ہمیں اس کی توفیق مل جائے۔آمین

ع

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

الدّجال

انجینئر مختارفاروقی

قال النبی ﷺ: اِنَّ السَّاعَةَ لَاتَقُوْمُ حتّٰی تَکُوْنَ عَشَرَ آیَاتٍ : ......الدُّخَان......وَ الدَّجَّال......وَ الدَّابَّة ......وَ طُلُوْع الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَثَلَاث خُسُوْفٍ...... خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ ......وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ ......وَخَسْفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ......وَ نُزُوْل عِیْسٰی علیہ السلام ......وَ فَتْح یَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ ......وَ نَار تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَی الْمَحْشَرِ تَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا

(مسند احمد عن حذیفة رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے سورج کا نکلنا، تین جگہ لوگوں کا زمین میں دھنس جانا: ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا اور اقعر عدن سے یک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی جہاں لوگ رات کو ٹھہریں گے وہاں وہ ٹھہرے اور جہاں دن کے وقت آرام کریں گے وہاں وہ بھی رک جائے گی۔

لسانِ حق ترجمان لسانِ رسالت ﷺ سے ایک ہی روایت میں دس علامات قیامت کا ذکر ہے ان میں سے پہلی 'الدّخان' ہے اُس کا ذکر فروری 11ء کے شمارے میں آچکا ہے۔ دوسری علامت ''الدّجّال'' ہے جس کا ذکر اب کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو عام مسلمانوں میں حالات کا شعور بیدار کرنے کا ذریعہ بنادے اور بعدازاں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

الدّجال ـــــ لغوی بحث

الدّجال ـــــ دجّالٌ سے معرفہ ہے دجّال کا لفظ دَجَل سے فَعّال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، دجل کے معنی دھوکہ دینا، حقیقت کو چھپا کر اس کی جگہ کوئی دوسری فرضی چیز سامنے لانا، انگریزی میں DODGE کرنا ہے، چکر دینا۔ دجّال کے معنی ہیں بہت بڑا دھوکہ باز انسان۔ یہ DODGE سے اسم مبالغہ یعنی SUPERLATIVE ڈگری ہے۔ دجّال کے اسم پر جب الف لام لگا کر معرفہ بنائیں گے تو معنی ہوں گے بڑا دجال یا خاص دجال۔ اسی لفظ سے پھر دجالیت، دجال کا زمانہ، دورِ دجال، عصر دجال کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ 'الدّجّال' کی سرگرمیوں کو فتنۂ دجال بھی کہا جاتا ہے۔ دجال اور فتنہ دجال سے پھر دجالی تہذیب کا لفظ بھی استعمال میں آتا ہے۔

تاریخ کا سب سے مہلک اور خطرناک فتنہ

انسانی تاریخ میں مادی علوم میں درجہ بدرجہ ترقی ہوئی ہے اور آج انسانی علم، معلومات، ٹیکنالوجی اور مہارت جہاں تک پہنچ چکی ہیں ماضی میں اس کا عشر عشیر بھی انسان کے وہم وگمان میں نہ آسکتا تھا۔ علامہ اقبال نے اسی مقام پر فرمایا ہے:

عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

انسانی ترقی اور آسودگی کے ہر دور میں اخلاقی ضرورت اور رہنمائی کے لئے آسمانی ہدایت کی پہلے بھی ضرورت رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے بے شک ہمارے جسمانی رزق کا بھی بندوبست فرمایا ہے اور روحانی رزق کا بھی۔ ایسے برگزیدہ انسان تشریف

لائے جو اخلاق و کردار کی بہت بلندیوں پر تھے۔ اُنہوں نے دعویٰ یہ کیا وہ خالق کائنات کے پیغامبر اور فرستادہ ہیں اس خالق کائنات نے عام انسان کی رہنمائی کے لئے انہیں ہدایت دے کر بھیجا ہے اور نمونہ بنایا ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ـــــــــ ان پر ایمان لائیں اور تصدیق کریں اور ان کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کریں۔ ان پیغمبروں علیہم السلام میں کئی نام تاریخ انسانی میں محفوظ ہیں اور آسمانی کتابیں بھی ان کا تذکرہ کرتی ہیں ان پیغمبروں میں آخری اور بڑے پیغمبر حضرت محمد ﷺ تھے۔

پھر ـــــــــ اس حقیقت سے بھی نظر چرانا ممکن نہیں کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے پیدا فرمائی ہے اور انسان یہاں ہر لمحہ آزمائش سے دوچار ہے۔ یہ آزمائشیں ہر چہار طرف سے انسان پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور مختلف فتنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ انہیں مشکلات میں عقل و فطرت کی رہنمائی اور آسمانی ہدایت کی روشنی میں صحیح راستہ اختیار رتلاش کرنا ہی انسان کی کامیابی ہے۔ ہر دور میں فتنے سامنے آتے رہے انسان اپنی اپنی سوچ اور کردار کے مطابق کامیاب اور ناکام ہوتے رہے ہیں۔

آج کا دور ـــــــــ تجرباتی علوم کے عروج کا دور ہے اور انسانی ترقی نے انسان کے لئے مادی آسائشوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں۔ انسان آخرت سے منہ موڑ کر دنیاوی زندگی حقیقت کی بجائے ظواہر اور اللہ کی بجائے کائنات کی بحث میں اُلجھا ہوا نظر آتا ہے۔ حقائق نظروں سے اوجھل ہیں مغربی مادی فلسفے انسان کو شرف انسانی سے محروم کر چکے ہیں اور انسان ایک اعلیٰ اور اشرف مخلوق سے گر کر حیوان اور BEAST بن چکا ہے۔ یقیناً ـــــــــ جو فتنہ آج کے اس دور میں انسان کیلئے آزمائش اور گمراہی کا ذریعہ بن چکا ہے وہ تاریخ کا سب سے بڑا فتنہ ہی ہے۔

الدجال ـــــ خدائی کا دعویدار

آسمانی ہدایت کے علمبردار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں کو نفسانی خواہشات اور دنیوی مفادات سے ہٹا کر آخرت کی کامیابی کی طرف گامزن کرنے کے لئے آتے رہے ہیں۔ ہر دور میں مختلف فتنوں کی نشاندہی کرتے رہے ہیں اور ان فتنوں سے بچاؤ کے طریقے تلقین کرتے رہے ہیں اور انسان کو اپنے رب سے مدد مانگنے کی تلقین کرنے کے لئے دعائیں سکھاتے رہے ہیں

اور ہر نبی علیہ السلام اپنے دور میں اس بڑے فتنے 'فتنہ دجال' سے خود بھی پناہ مانگتے رہے ہیں اور اپنی اُمت کو بھی اس فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے شر سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے:

انہ لم یکن نبیٌّ الا وصف الدَّجَّالَ لِاُمّتِہ وَ لَاَصِفَنَّہٗ صفۃً لم یصفُھا احدٌ کان قبلی انہ اعور وان اللّٰہ عزّ وجلّ لیس باعور (مسند احمد)

''ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجال کی کوئی صفت بیان نہ کی ہو اور میں تمہیں اس کی ایک ایسی صفت بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی کہ وہ (دجال) کانا ہے اور اللہ عزوجل کانا نہیں ہے۔''

گویا یہ معین شخص دجال خدائی کا بھی دعویٰ کرے گا۔ اعاذنا اللہ من ذالک

یہ بات زیادہ وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ دنیا میں فرعون اور نمرود خدائی کے دعویدار گزرے ہیں اور ایسے دعویداریوں تو ہر دور میں ہوتے ہیں تاہم قرآن مجید سورۃ الزخرف میں فرعون کے خدائی دعویٰ کی وضاحت کرتا ہے کہ اس کا دعویٰ یہ نہیں تھا کہ آسمان وزمین میں نے بنایا ہے بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ 'مصر' کے وسائل اور زرعی رقبہ میرے پاس ہے میں اس کا مالک و حاکم ہوں اور لوگ میری رعیت (تابع) ہیں لہٰذا سب کو میرا 'حکم' ماننا چاہیے یہ نہیں ہوسکتا کہ لوگ میری رعیت ہوں ——— میں کوئی حکم دوں اور لوگ جواب میں کہیں کہ اللہ کا یہ حکم ہے یا اللہ کے رسول علیہ السلام کا یہ حکم ہے' میں یہ سننے کو تیار نہیں ہوں لوگوں کو میرا حکم ماننا ہوگا یہ خدائی کا دعویٰ ہے۔ غیر اللہ کی غیر مشروط اطاعت یعنی سیاسی اطاعت اس معنی میں آج بھی بہت سے فرعون ہیں بلکہ ہر انسان اپنے نفس کی گہرائیوں میں دیکھے تو یہی جذبہ ہر انسان کی سرشت میں ہے اسی جذبے کو اپنی حدود میں رکھنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا' ایمان کا حاصل ہے۔ ذاتی سطح پر غلطی ہو جائے تو توبہ کا راستہ کھلا ہے اللہ معاف کرتا ہے۔ جب سرکشی کا جذبہ پروان چڑھ کر اجتماعی سطح پر پھیل جائے تہذیبی برتری، سائنسی ترقی، مادی وسائل کی بہتات کی موجودگی میں کسی قوم کا سربراہ باقی قوموں کو اپنے ماتحت کرنے کا فلسفہ تراش لے اور اپنے NEW WORLD ORDER کا اعلان کر دے تو یقیناً یہ دور حاضر کی فرعونیت ہے اور خدائی کا دعویٰ ہے۔ اس تہذیب حاضر کا کوئی

نمائندہ ـــــــــ 'الدجال' ہوگا جس کے ہاتھ میں بے پناہ وسائل، تباہی کے اسباب، مصنوعی بارشوں زلزلوں کے طریقے اور طاقت ہوگی جس کے ساتھ ساتھ وہ خدائی کا دعویدار بھی ہوگا اور باقی اقوام عالم کو اپنا محکوم بنائے گا۔

نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ نے اپنی اُمت اور انسانیت کی رہنمائی و بھلائی کے لئے اس مجسم فتنہ شخص 'دجال' کے شخصی اوصاف بھی واضح فرمائے ہیں اور اس ماحول کا بھی تذکرہ کیا ہے جس میں کوئی ایسا شخص کھڑا ہوگا ـــــــــ آج کا دور فتنۂ دجال کا دور ہے جس کی پہچان کے لئے اس مضمون کی پیشانی پر لکھی گئی حدیث مبارکہ میں دس علامات ذکر کی گئی ہیں اور دیگر فرامین رسالت میں مذکور ہیں۔ان علامات کی روشنی میں اس شخص اور اس دور کو معین کرنا اور اس فتنے سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا اب ہر انسان کے بس میں آ گیا ہے۔ ذرا سی کوشش اور جذبہ صادق درکار ہے مشکل تو ہے بہر حال یہ کام ناممکن نہیں ہے۔

فتنۂ دجال......ذرا ماضی میں جھانک کر دیکھیں

یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے اور ایک سلسلہ اسباب وعلل ہے جو ہر طرف کارفرما ہے ہر انسان کی آج کی صبح......گزشتہ شام سے منسلک ہے۔کل جہاں تک اپنے کام کیے تھے اور جہاں چھوڑے تھے......رات گزار کر ہر انسان اور ہر قوم ان کاموں کو وہاں سے آگے لے جاتی ہے انفرادی اور اجتماعی سطح پر یہی عمل جاری ہے اسی سے انفرادی ترقی اور اجتماعی عروج و زوال کی داستان وابستہ ہے۔اسی سے خاندان حکومتیں، بادشاہتیں اور تہذیبیں اُٹھ کر چھا جاتی ہیں اور اسی سلسلہ اسباب وعلل سے یہی مقتدر بادشاہ، حکمران، مطلق العنان شہنشاہ اور ان کی تہذیبیں زوال پذیر ہوکر فنا کے گھاٹ اُتر جاتی ہیں۔

آج انسانیت کہاں کھڑی ہے؟ یہ ہمارے کل سے پتہ چل سکتا ہے اور کل انسانیت کا رُخ کدھر ہوگا۔ وہ ہمارا آج بتائے گا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانانِ ہند کی جو نسل 1910ء۔1930ء کے درمیان پلی بڑھی اس نے پاکستان بنا کر دکھا دیا، جو نسل 1950ء۔1970ء کے درمیان پلی بڑھی اس نے ملک میں 1990ء۔2010ء کے عرصے میں کردار ادا کیا ہے۔ جو کچھ ہمارے بچے ٹی وی کلچر سے پہلے سیکھتے تھے وہ 1990ء تک سامنے تھا۔ٹی وی اور سینما

پر سیکھ کر پروان چڑھنے والی نسل آج ملک کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہے اور ٹی وی جو کچھ 2001ء کے بعد سکھا رہا ہے جب اس میں پروان چڑھی اگلی نسل سامنے آئے گی تو انسانی اخلاق اقدار کا جو حُلیہ بنے گا وہ ذرا سے تامل سے سمجھا جاسکتا ہے۔

عالمی سطح پر یہی کچھ ترقی یافتہ قومیں اور تہذیبیں کر رہی ہیں۔ آیئے...... عالمی سطح کے حالات کو سمجھنے کے لئے تین مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے حالات کو دیکھتے ہیں کہ مستقبل قریب میں کیا ہونے والا ہے اور انسان کہاں کھڑے ہیں؟

موجودہ مغربی تہذیب...... 1300ء سے 2010ء تک

اسلام کی آمد اور مسلمانوں کے عروج کے دور میں باقی دنیا خوابِ غفلت کا شکار تھی۔ جہالت، اخلاقی پستی، راگ رنگ، بے حیائی، ظلم اور لوٹ کھسوٹ ـــــــــ مشرق سے مغرب تک سارے جہاں کا چلن تھا۔ اس میں صرف مسلم تہذیب وتمدن ہی نگینے کی طرح چمک کر ساری دنیا کو منور کر رہا تھا۔ 1258ء میں ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ کر دیا اور سارا علاقہ روند ڈالا...... مگر یورپ میں ابھی بھی مسلمانوں کا اقتدار قائم تھا اور مسلم سپین (یا اندلس یا ہسپانیہ) پورے یورپ میں علم کا گہوارہ، ترقی کا مرکز، اخلاق، کردار، تہذیب، جہانبانی وحکمرانی کا جیتا جاگتا ہیرا تھا۔ برٹرینڈ رسل کے مطابق جب سارا یورپ اندھیروں اور جہالت میں گم تھا، مسلم سپین اس سے مستثنیٰ تھا وہاں اس وقت بھی علم اور ترقی تھی اور رات کو SREET LIGHT کا اہتمام تھا سڑکیں اور گلیاں پختہ تھیں۔

ہر کمالے را زوال...... مسلمانوں کو زوال آگیا تو یورپ نے جاگ کر علمی اور سائنسی سفر...... وہاں سے آگے شروع کر دیا جہاں مسلمانوں نے اسے چھوڑا تھا۔

1492ء میں سقوط غرناطہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے 1453ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ فتح کرا کے مشرق کی طرف سے یورپ میں اسلام کے لئے ایک 'شاہدرہ' بنا دیا تھا۔ یورپی اقوام کے اہل علم ودانش نے بوجوہ اپنے علمی سفر اور تہذیبی تعمیر وترقی کی بنیاد اسلام دشمنی پر رکھی (یہ ایک الگ موضوع ہے) عیسائیت پہلے ہی تثلیث پر قائم تھی، علمی ترقی نے عقل پر لگے

تالے توڑے تو عیسائیت کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں تقسیم ہوگئی۔ پروٹسٹنٹ فرقہ...... خدا...... پیغمبر...... آسمانی کتاب کو مانے بغیر 'مذہبی' اور عیسائی تسلیم کیا جانے لگا جس سے مذہب اور دنیا کی تقسیم گہری ہوگئی۔ گویا ایک عام یورپی کی زندگی میں مسیحیت کا رنگ نہایت پھیکا پڑتا چلا گیا۔

☆ دوسری طرف یورپی اقوام کی صنعتی ترقی کے ساتھ مضبوط ریاستیں وجود میں آئیں تو ایک خاص سوچ اور منصوبہ کے ساتھ 'ریاست اور مذہب' کا رشتہ بھی کاٹ دیا گیا۔ جس سے سارے ریاستی وسائل اور ان کا استعمال کسی اخلاق اور قانون سے آزاد ہوگیا۔ اخروی محاسبے کا تصور تو مذہب نے دیا ہے جب مذہب ریاست سے الگ ہوگیا تو ملکی اہل کار اور بادشاہ سے لے کر عام سرکاری ملازم تک سب ذاتی مفادات کے پجاری بن گئے۔

☆ پروٹسٹنٹ عیسائیت نے پوپ سے اپنے لئے سود حلال ہونے کا فتویٰ حاصل کرلیا۔ صنعتی ترقی کے جلو میں بینکنگ کا نظام وجود میں لا کر بے پناہ مالی وسائل پر ایک مخصوص سودخور طبقے کا قبضہ ہوگیا جو شکل سے انسان تھے مگر حقیقتاً وحشی درندوں سے بھی بدتر۔

☆ مذہب کی گرفت سے آزاد معاشرے (جہاں آسودگی اور خوشحالی بھی ہو) ویسے ہی (LIBERAL) آزاد ہوتے ہیں وہ کسی قسم کی خارجی پابندیاں قبول نہیں کرتے مغربی معاشروں میں بھی یہی سوچ پروان چڑھی جس نے فلسفوں اور نظریوں کی شکل اختیار کرلی۔ آسودہ حال طبقے کو 'من مانی' کرنے کے لئے ضمیر (CONSCIENCE) کی خلش سے گلوخلاصی کے لیے کوئی قانونی اور اخلاقی جواز درکار تھا...... وہ جواز مغرب کی شوریدہ مٹی سے اُٹھنے والے فلسفیوں کے نظریات نے فراہم کردیا۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء نے انسان کو 'حیوان' ثابت کردیا بس ذرا سے درجے اور کوالٹی کا فرق ہے۔ لہٰذا اخلاق، اقدار، لباس، رشتے، ماں بہن کی پہچان سب چیزیں آہستہ آہستہ ان معاشروں میں قصۂ ماضی بن گئیں۔

میگڈوگل اور مارکس نے انسان کو کھانے پینے خواہشات کی تکمیل اور دوسروں کو دھکا دے کر خود آگے بڑھنے کی ترغیب دے کر یورپ میں 'جنگل کے قانون' کا جواز فراہم کردیا۔

فرائڈ نے انسان کو بس جنسی حیوان (حیوان محض) ثابت کردیا جس سے انسان اخلاقی لحاظ سے جانوروں سے بھی بدتر ہوگیا حیوانوں میں تو پھر بھی کچھ جبلی قانون ہے انسان نے ان

’جبلی‘ قوانین اور ضابطوں کی بھی دھجیاں بکھیر دیں۔

☆ مغرب میں سینما کی ایجاد نے فلموں کی داغ بیل ڈالی۔بجلی، ریڈیو، ٹی وی اور کلر ٹی وی نے ’تفریح‘ اور گھریلو مشاغل کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔کیمرہ......کلر تصاویر، کمپیوٹر انٹرنیٹ نے رہی سہی کسر نکال دی۔جس سے مغربی معاشروں کی دبی ہوئی بے راہ روی کو نئی جہتیں مل گئیں اور مغربی انسان بے حیائی کی ساری حدود پھلانگ گیا۔

☆ خدا بیزاری، خدا ناشناسی، آزادی، بے راہ روی نے سیکولرازم کے نعرے کے تحت انسانوں کو شرف انسانی سے محروم کر کے آسودگی تعیّشات کی فراہمی، بطن و فرج کے تقاضوں کی آزادانہ تکمیل کا مجسّمہ بنا دیا۔

☆ اس سارے فلسفے کا نام لبرل ازم ہے بظاہر بڑا دل خوش کن نعرہ ہے مگر گزشتہ نصف صدی کے سفر کے بعد مغرب اور امریکہ کے منصف مزاج لوگ اس سے بیزار ہیں اور انہیں راستہ نظر نہیں آ رہا ہے کہ اب واپسی کا سفر کیسے طے کریں۔امریکی اعلیٰ عدالت کے ایک جج نے 1998ء میں SLOUCHING TOWARDS GAMMORAH لکھ کر مغربی معاشرے کی اخلاقی تصویر سامنے رکھ دی ہے۔جہاں آزادی اور آزاد خیالی نے بے راہ روی میں وحشی جانوروں (WILDERNESS) کا سا روپ دھار لیا ہے اور امریکی معاشرہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے سے انجام کی طرف تیزی لڑھکتا جا رہا ہے۔

مغربی تہذیب کی ایک دوسری سمت (DIMENSION) یونانی فلسفہ ہائے حیات کا احیاء ہے اور 2000 سال قدیم رومی بادشاہوں (جو دراصل یونانی الاصل ہی تھے) کا قانون اور طرزِ حکومت اختیار کر لینا ہے۔رومی بادشاہوں کا ظلم اور اپنے مخالفین اور باضمیر لوگوں کا قتل، ایذا رسانی اور تشدد دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔آج بھی آپ نٹرنیٹ پر TORTURE کے حوالے سے SEARCH کریں اور رومی بادشاہوں کے طور طریقے اور یورپی استعمار کے ہتھکنڈے تلاش کریں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے شاید آپ پر سکتہ طاری ہو جائے۔ صنعتی ترقی کے ذریعے حاصل کردہ طاقت اور وسائل کے ساتھ یہ ظلم کی انتہا تھی کہ جس کے ذریعے یورپ نے چند صدیوں قبل دنیا پر سراسر ’ناجائز‘ قبضہ کر لیا تھا۔یہی ظالمانہ مزاج یورپی حکومتوں میں

آج بھی 'گوانتانا موبے جیل' اور عراق کی 'ابوغریب' کی جیل میں روا رکھا گیا ہے اور اس کی مثالیں آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔

یونانی فلاسفہ کے غیر انسانی فلسفے اور مطلق العنان بادشاہوں کو خوش کرنے والے عیاشی و بدمعاشی کے نظریات جہاں اخلاق، مذہب، آخرت، آسمانی ہدایت کا کوئی دخل نہ ہو......اسی کا دوسرا نام یونانی فلاسفی ہے۔ یورپی مفکرین اور منصوبہ سازوں نے یہ فکر اس لئے اختیار کر لیا اور ان فلسفوں کو فروغ دیا کہ اس سے ہی ان کے من گھڑت اور بے راہ روی کے منصوبوں کو فروغ مل سکتا تھا۔ ایک معاصر جریدہ میں یونانی فلاسفہ کے اخلاقی کردار کا ایک نقشہ شائع ہوا ہے ذرا ملاحظہ ہو:

''یونانی اخلاقیات کے گھناؤنے پہلو

> یونان ایک طرف حکمت وفلسفہ کا معلّم تھا تو دوسری طرف بداخلاقی کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی غرق تھا۔ عصمت فروشی یونانی مذہب کا جزو بن گئی تھی۔ محبت کی دیوی' ایفروڈائٹ کے مندر کی پجارنیں بدکار عورتیں تھیں۔ مشہور نقاش پرکزتیلس نے اپنی آشنا' فرائنی کا بت تیار کر کے اپالو کے مندر میں رکھ دیا تھا۔ دعوتوں میں کنیزیں مادرزاد ننگی ہو کر مہمانوں کو کھانا کھلانے آتی تھیں۔ مردوں میں خلافِ وضعِ فطری بدکاری عام تھی۔ رواقیہ اخلاقی فلسفہ کا بانی زینو اس لت میں مبتلا تھا۔ مشہور نقاش ایپلس نے سکندر اعظم کی معشوقہ لائس کا مجسمہ بناتے ہوئے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ سکندر کو خبر ہوئی تو اس نے بلاتکلف اپنی معشوقہ ایپلس کے حوالے کر دی۔ سپارٹا میں قانون تھا کہ بوڑھے مرد کی جوان بیوی کسی جوان کو دے دیجاتی تاکہ مضبوط نسل پیدا ہو سکے۔ 'عظیم فلسفی' ارسطو کا قول تھا: ''یونانیوں کیلئے غیر ملکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ واجب ہے جو وہ حیوانات کے ساتھ کرتے ہیں'' چنانچہ سکندر اعظم نے لبنان کے شہر صور (ٹائر) میں بیس ہزار آدمی پکڑ کر قتل کرا دیے اور تیس ہزار غلام بنا کر بازاروں میں فروخت کر ڈالے۔ (اردو ڈائجسٹ جنوری 2011ء)

مزید برآں ☆ مغربی معاشروں میں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت آزادی، سیکولرازم اور لبرل ازم کو فروغ دیا گیا اور اخلاقی قدروں کو کچل ڈالنے کی حد تک ختم کر دیا گیا۔ اخلاقی قدروں

کے خاتمے کا نام ہی انسانیت کے مقابلے میں حیوانیت ہے اسی کا دوسرا نام BEASTALITY یا سراپا 'وحشی' ہونا ہے۔

مغرب میں 1960ء کی دہائی سے نظام تعلیم میں تبدیلیوں کے ذریعے MORAL LESS اور VELUE LESS سوسائٹی کے قیام کی راہ ہموار کی گئی اور اب تک اس نظام تعلیم سے دو نسلیں پروان چڑھ کر مغربی ممالک کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اسی MORAL LESS سوسائٹی کے اثرات ہیں کہ وحشی درندوں جیسا ظالم معاشرہ اگر دنیا میں دیکھنا ہو تو وہ یورپی حکومتیں، ان کے کارندے، اہل کار، ایجنسیاں اور مشیر وزیر ہیں۔

☆ آج کے مغربی معاشروں کی حالت زار کے بارے میں جرمن فلسفی NETSHIE نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر یورپی معاشرے اسی طرح بے لگام آگے بڑھتے رہے جبکہ مذہب کی کوئی گرفت نہ ہو تو...... یہ معاشرے جلد یا بدیر درندوں کے معاشرے (BEASTS) پیدا کریں گے۔ یورپی معاشروں کا مثالی 'انسان' ......ایک ایسا انسان ہے جو ظلم و تعدی، بے راہ روی، جنسی اختلاط میں سراسر حیوان ہی ہے۔

مغربی معاشروں میں ایک اقلیتی گروہ ZIONS ہیں جو یہودی یا بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ یہ گروہ ہے تو ایک اقلیت (MINORITY) مگر وسائل کے اعتبار سے بڑا مؤثر اور منصوبہ بندی کے لحاظ سے بھی بڑا دور اندیش ہے اس یہودی گروہ کے خون میں 'قتل انبیاء' کا جرم اور دین و مذہب کی دشمنی کا عنصر بھی شامل ہے۔ یہ طبقہ مغربی معاشروں میں اقلیتی حیثیت کے باوجود بڑا موثر ہے۔ امریکہ، فرانس، جرمنی، برطانیہ غرض ہر جگہ تمام منصوبوں اور پالیسوں کے پیچھے درپردہ اسی گروہ کا ہاتھ ہے۔ اگرچہ مختلف ملکوں سے یہ بار بار نکالے بھی گئے ہیں اور ان کے اپنے قول کے مطابق (نہ معلوم اس میں کتنا سچ ہے؟) جرمنی کے ہٹلر نے 40 لاکھ سے 60 لاکھ یہودی دوسری جنگ عظیم میں ختم کر دیے تھے جسے وہ HOLOCAUST کہتے ہیں۔

عام معاشروں میں انسان بے راہ روی اختیار کرتا ہے مگر اس کو مذہب، خدا، آخرت، اور ضمیر کا ایک غیر مرئی خوف ہوتا ہے اور وہ ایک حد سے آگے جانے سے ڈرتا ہے۔ مگر یہ یہودی طبقہ......ZIONS اس معاملے میں خدا بیزار واقع ہوئے ہیں۔ قتل انبیاء علیہم السلام ان کا 'پیشہ' رہا ہے۔

حضرت محمد ﷺ سے دشمنی اور جنگیں کر کے پٹنا اور ذلیل ہو کر رسوا ہونا انہی کا مقدر تھا مگر پھر بھی باز نہیں آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھوا دینا ان کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے پھر بھی مذہبی گروہ کہلاتے ہیں۔

آج کی مغربی تہذیب میں اس گروہ کے...... اس دین دشمن، خدا بیزار اور ابلیسی کردار کا بھی حصہ شامل ہے۔ لہٰذا آج کے مغربی معاشرہ کے 'مثالی' اور IDEAL انسان کے خدوخال (SALIENT FEATURES) سامنے لائے جائیں تو ———— وہ یہ ہیں:

☆ بے ضمیر (MORAL LESS) انسان
☆ اعلیٰ انسانی اقدار سے عاری (VALUE LESS) انسان
☆ کھانے، پینے، دیکھنے، سننے، جنسی اختلاط میں آزاد خیال انسان
☆ روشن خیال...... لبرل...... سیکولر انسان
☆ مذہب دشمن...... دین دشمن انسان
☆ وحی بیزار، انبیاء و رسل علیہم السلام سے ذاتی بغض و بیر رکھنے والا (ANNOYED) انسان
☆ ظالم...... وحشی، درندہ انسان
☆ لباس سے عاری، شرم و حیا سے خالی انسان
☆ رشتوں کی تمیز سے بے نیاز انسان

قارئین کہیں یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے بلاوجہ مغربی انسان کی ایک 'انتہا پسند' قسم کی نقشہ کشی کر دی ہے۔ براہِ کرم اطمینان رکھیں ہمارے اخلاق اور زبان کے الفاظ اتنی ہی اجازت دیتے تھے جو ہم نے اس مغربی معاشرہ کی اکثریت کیلئے استعمال کر دیے ہیں ورنہ انکی حالت تو اس سے کہیں زیادہ خراب ہے جسکے بیان کی ہماری زبان و قلم متحمل ہی نہیں ہو سکتی۔ (انکی بھی نہایت محدود اقلیت کا باضمیر ہونا یقینی ہے اور کوئی معاشرہ بھی اچھے لوگوں سے سراسر خالی نہیں ہو سکتا مگر بات تو غالب اکثریت اور 99% لوگوں کی ہے۔ عربی محاورہ ہے "لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ" (اکثریت 'کل' کے حکم میں داخل ہے) اور "اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْمِ" (نادر الوقوع تو معدوم ہی کے درجے میں ہوتا ہے۔) غیرت کے قتل امریکہ میں بھی ہیں 'حرامی بچہ' ہونے کا طعنہ وہاں بھی ہے اور 'حرامی'

گالی بھی ہے مگر اس کے باوجود آج مغربی اور امریکی معاشرے کا کیا حال ہے۔ یہ قیاس کر لیجیے۔

1998ء میں امریکی (کھلنڈرے) صدر کلنٹن نے کہا تھا کہ 50% امریکیوں کو اپنے باپ کا نام معلوم نہیں ہے۔ قارئین غور کریں 1998ء سے 2011ء تک یہ گراف کہاں پہنچ چکا ہوگا۔ یقیناً صدر امریکہ نے اس وقت میں معاملہ ذرا UNDERESTIMATE کیا ہوگا آج تو 90% سے زیادہ کا معاملہ ویسا ہی ہوگا جو کہ صدر نے کہا تھا۔ اسی کا مظہر ہے کہ امریکہ اور مغربی معاشروں میں سکول میں داخلہ، ڈومیسائل، ملازمت یا پاسپورٹ فارم میں سائل سے والد کا نام پوچھنے کا خانہ نہیں ہوتا صرف والدہ کا نام پوچھا جاتا ہے۔

آج کے جمہوری دور میں حکمران وہی بنتا ہے جو اس قوم کا مجموعی مزاج ہوتا ہے۔ عام مثال ہے کہ دودھ بلوتے ہیں تو اس میں سے مکھن نکلتا ہے۔ جیسا دودھ ہوتا ویسا ہی مکھن ہوگا۔ دودھ میں زہر ملا دیا گیا ہو تو وہ زہر زیادہ CONCENTRATED FORM میں اس مکھن میں ہوگا۔ اسی طرح جمہوری ممالک میں عمومی مزاج کے لوگوں میں سے ہی منتخب ہو کر 'عوامی مزاج' کا ایک نمائندہ حکمران بنتا ہے۔ پھر آج کی مغربی تہذیب عالمی اور گلوبل ہوگئی ہے اور مشرقی معاشرے بھی کم وبیش مغرب کے زیر اثر ہی ہیں اور یہی حیوانی تہذیب پوری دنیا میں چھائی ہوئی ہے۔

الدّجال

یہ دور 'دجالیت' کا ہی دور ہے اور اخلاقی اقدار کے زوال کی انتہا ہے۔ میڈیا پر دھوکا ہے، سچی خبر کا تلاش کرنا مشکل ہے، بازار سے ایک نمبر چیز خرید کر لانا مشکل ہے دو نمبر چیز ہی ہاتھ لگتی ہے۔ لہٰذا عنقریب اس دور کا......ایک ایسا عالمی لیڈر بھی ابھرے گا جو مغرب کے نظریات کا صدفی صد نمائندہ اور مصداق ہوگا اور یہی شخص......''الدجال'' کہلائے گا۔

مغربی معاشرے کی ساری ترقی اور ایجادات فضا وخلا کی ساری معلومات، ابلیسی، ہتھکنڈے اور ٹیکنالوجی کے سارے گُر اس کی جلو میں ہوں گے۔ HAARP اور کے راز اس کے پاس ہوں گے۔ وہ جہاں چاہے گا بارش برسا دے گا جہاں چاہے گا خشک سالی پیدا کر دے گا، جس مردہ کو چاہے گا زندہ کر دے گا اور جس فوت شدہ انسان سے چاہے گا بات کرا دے گا۔ اس کے پاس 'جنت' بھی ہوگی اور دوزخ بھی ہوگی جس سے عام انسانوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا......مگر تمام

اہل حق اور تمام باضمیر، بااخلاق، بااُصول، اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل انسان اس دجال کے فتنوں اور 'جال' WWW (WORLD WIDE WEB) سے محفوظ رہیں گے۔ یہ شخص وسائل رزق پر قبضے کی وجہ سے خدائی کا دعویٰ بھی کرے گا۔

دجال......شرِّ محض وجود

یہ کائنات اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی ہے اور اس میں حضرت انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور خیر وشر کا اختیار دیا ہے۔ خیر کی قوتیں بھی ہیں اور شر کی قوتیں بھی اسی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں۔ انسان کو خیر وشر کی طرف طبعی رجحان بھی دیا ہے اور مواقع بھی۔ خیر کی میلان کے ساتھ باطنی سکون کو منسلک کر دیا ہے تا کہ انسان خیر کی پہچان کر سکے۔ دنیا میں انسانی تگ ودو اور جدوجہد کا صحیح اندازہ اور EVALUATION نہیں ہوسکتی ایک اور 'عالم آخرت' بنایا ہے وہاں پر انسان کو اس کے اس دنیا میں طرزِ عمل اور رویوں کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ جو جنت یا دوزخ کی صورت میں ہوگا اور وہاں انسان ہمیشہ ہمیش رہے گا۔

اس دنیا میں خیر ہے تو ایک جماعت خیر کی داعی اور علمبردار بھی ہے یہ حزب اللہ کہلاتی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم، نیک صالح باضمیر مسلمان اور تمام اچھے انسان اسی جماعت میں شامل ہیں جبکہ اسی دنیا میں شریر لوگ بھی ہیں جو فطرت انسانی کے خلاف زندگی گزارتے ہیں ظلم وتعدی، لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ، خدائی کے دعوے، عیاشی وبدمعاشی، حرام خوری وغیرہ ان کا شیوہ ہے۔ ان کے سرغنہ لوگ ہیں ایک شیطان اور ابلیس بھی ہے یہ شیطان کی پارٹی اور حزب الشیطان کہلاتی ہے۔

دنیا میں انبیائے کرام علیہم السلام......انسانوں میں خیر کا نمونہ تھے، اچھے لوگ بھی خیر کے علمبردار ہوتے ہیں ان میں کامل ترین انسان جو خیر مجسم تھے رحمت للعالمین تھے وہ حضرت محمد ﷺ تھے اور اس کے برعکس شریر باغی اور سب سے بڑا نافرمان شخص اتنا بڑا جتنا بڑا بننا اس عالم میں ممکن ہے وہ 'الدجال' ہوگا اس کے ساتھ ساری ابلیسی اور شریر مافوق الفطرت جناتی قوتیں بھی ہوں گی جس سے لوگوں کو گمراہ بھی کر سکے گا......اس کا وجود شرِ محض کی علامت ہوگا۔

الدجال آج کے مغربی معاشرہ کے انسان نما حیوانوں میں مثالی 'حیوان'......اخلاق

سے عاری، شرم وحیاء سے کوسوں دور، ظالم بے رحم اور جنسی بھیڑیا ہوگا اور یقیناً آج کے مغرب پرست انسانوں کا بھی آئیڈیل (IDEAL)۔ یاد رہے کہ آج کے مسلمان معاشروں کے مغرب زدہ مقتدر طبقات کا حال بھی اکثر و بیشتر مغربی معاشروں جیسا ہی ہے، فلسفہ ہائے حیات، LIFE STYLE اور آزادی میں بالکل یکساں ہیں۔

آیئے دوبارہ پلٹتے ہیں۔ اس شخص ''الدجال'' کے بارے میں ہمارے پیغمبر ﷺ نے کیا تفاصیل بتائی ہیں؟۔ قربان جایئے اس محسن انسانیت ﷺ پر جس نے یہ تفاصیل بھی بتائی ہیں اور اس کے فتنے سے بچاؤ کے طریقے بھی اہل حق کو تلقین فرماتے ہیں......اور وہ تفاصیل یہ ہیں:

☆ پہلی روایت اس دجال کی پیدائش کے بارے میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں

الدجال تلده اُمُّه و هی منبوذة فی قبرها فاذا ولدته حُمِلَتِ النساء بالخطّائین (الجامع الصغیر بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

''دجال کو اس کی ماں اس حال میں جنے گی کہ اسے قبر میں ڈال دیا گیا ہوگا، جب دجال پیدا ہو جائے گا تو (اس زمانے میں) عورتیں خطا کاروں سے حاملہ ہوں گی''

☆ یہ روایات اس شخص کے پہلی دفعہ ظاہر ہونے کے بارے میں ہے

الدجّال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان یتبعه اقوام كَاَنَّ وجوهَهم المجانّ المطرقة (الترمذی)

''دجال مشرق کے ایک علاقے سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے، اس کی پیروی ایسے لوگ کریں گے جن کے چہرے ایسے ہوں گے گویا تہ بہ تہ لگی ڈھالیں ہیں''

الدجال یخرج من غضبة یغضبها (مسلم)

''دجال کا خروج ایک غصے سے ہوگا جو اسے آئے گا''

یخرج الدجال فی خفة من الدین و ادبار من العلم (مسند احمد)

''دین کی کمی میں اور علم سے روگردانی (کے زمانے) میں دجال کا خروج ہوگا''

☆ یہ روایات اس دجال کی ذاتی شناخت (IDINTITY) کے بارے میں ہیں

الدجال قد أكل الطعام و مشی فی الاسواق (مسند احمد)

''دجال کھانا کھائے گا اور بازاروں میں آئے جائے گا''

الدجال لایولد له و لا یدخل المدینة(مسند احمد)

''دجال کی نہ اولاد ہوگی اور نہ وہ مدینہ منورہ میں داخل ہو سکے گا''

الدجال عینه خضراء کالزجاجة (مسند احمد)

''دجال کی (ایک) آنکھ سبز ہوگی قندیل کی طرح''

الدجال ممسوح العین، مکتوب بین عینیه کافر یقرؤه کل مسلم

''دجال کی آنکھ مٹی ہوئی ہوگی، اس کی آنکھوں کے درمیان 'کافر' لکھا ہوگا جسے ہر مسلمان پڑھ لے گا'' (مسلم)

الدجال اعور العین الیسری جُفَال الشعر، معه جنة و نار فناره جنة و جنته نار (مسند احمد)

''دجال بائیں آنکھ سے کانا، بہت بالوں والا ہوگا، اس کے پاس جنت اور دوزخ (کے مانند کوئی چیز) ہوگی، اس کی دوزخ (درحقیقت) جنت ہے اور اس کی جنت (درحقیقت) دوزخ ہے''

وُلِد الدجّالُ اعور مختونا مسرورا (الجامع الصغیر بحوالہ فردوس دیلمی)

''دجال پیدائشی طور پر کانا، مختون اور خوشحال ہوگا''

☆ یہ روایات اس دجال کے مختلف جگہوں کے اسفار کے بارے میں ہیں:

یتبع الدجال من یهود اصبهان سبعون الفًا علیهم الطیالسة (مسلم)

''اصفہان کے یہود سے ستر ہزار دجال کی پیروی کریں گے جنہوں نے سیاہ جبّے (GOWN) پہنے ہوں گے''

یقتل عیسی بن مریم علیہ السلام الدجال بباب لُدّ (الترمذی)

''حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بابِ لُد پر دجال کو قتل کریں گے''

☆ متفرقات مختلف احادیث میں اس دجال کے بارے میں مزید کئی معلومات اور شناختیں آئی ہیں۔ ان کا اجمالاً تذکرہ درج ذیل ہے:

(i) دجال کے پاس ایسی مہارت ہوگی کہ انسانوں کے دو ٹکڑے کر دے گا پھر ان کو جوڑ کر زندہ کر دے گا۔(ii) اس کی سواری ''دابۃ'' آج کی جدید VIP ہوائی جہاز جیسی سواری ہوگی جس کا ہر قدم (LANDING) مختلف ملکوں میں پڑے گا۔(iii) جنگیں کرے گا۔(iv) وہ شر کی علامت ہوگا۔ (v) اس کے پاس جدید تباہ کن ہتھیار ہوں گے جس سے عظیم تباہی آئے گی۔(vi) اس دجال کے دور میں مشرقِ وسطیٰ کے تمام عرب (بشمول جزیرہ نمائے عرب) ہلاک کر دیے جائیں گے۔ البتہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (vii) وہ مسیح الدجال یعنی 'جعلی مسیح' ہوگا۔ (viii) الدجال ان تیس (30) دجالوں میں سے ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کریں گے جو کذاب ہوں گے

احادیث کے مضامین کا جائزہ

فرمان رسالت ﷺ میں جو تفاصیل اس دجال کی وارد ہوئی ہیں ان کے مطالعہ اور غور و فکر سے درج ذیل ایک نقشہ ہے جو سامنے آتا ہے۔

دجال مشرقِ وسطیٰ اور اس کے قریب کے علاقوں میں زیادہ وقت گزارے گا۔ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام ہونے کا بھی۔ گویا اس دجال کا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہوگا جو انبیاء کرام علیہم السلام سے واقف ہوگا مگر ہوگا ان کا باغی اور نافرمان، یہ گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی سے بھی واقف ہوگا، ان کے رفع آسمانی اور عالمِ اسباب میں سولی کے واقعہ کا بھی قریبی جاننے والا ہوگا اور اس کا زخم خوردہ بھی پھر یہ شخص جھوٹا بھی ہوگا اور کذاب بھی بدکردار بھی اور برائیوں کا مجسمہ بھی۔ یہ دجال...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے نیک سیرت انسان سے لڑائی لڑے گا اور مدمقابل ہوگا اور بالآخر...... بابِ لُدّ پر قتل ہو جائے گا۔ لُد (LYDA) یروشلم (موجودہ اسرائیل) کا قدیم شہر ہے آج کل اسرائیل کا بہت بڑا فضائی اڈہ (AIR BASE) ہے۔ جیسے پاکستان کی فضائیہ کا نام پاکستان ایئر فورس ہے اور اس کا مخفف PAF ہے اسی طرح اسرائیل کی ایئر فورس کا مختصر نام KFR ہے اور اُن کے ہر طیارے پر لکھا ہوتا ہے اور جس طرح ہر فوجی کی ٹوپی پر فوج کا نام اور علامت (INSIGNIA) کندہ ہوتا ہے اسی طرح اس دجال کی سواری (دابۃ) اور خود اس کی آنکھوں کے درمیان ماتھے پر KFR کندہ ہوگا۔ KFR کو عبرانی (HEBREW) زبان میں لکھتے جو عربی کے حروف ک ف ر کی طرح ہیں اور اُن کے معنی بھی کفر کے بنتے ہیں۔ ....

موجودہ اسرائیل کے ایک نمائندے اور سربراہ کے طور پر یہ الدجال اسرائیل ریاست کے منصوبوں کا حامی ہوگا اور وہ منصوبے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہیکل (جو کہ 0070ء سے مسمار ہوکر گرا پڑا ہے) کی سہ بارہ تعمیر کا بیڑا اُٹھائے گا اور اسرائیل کا عالمی سلطنت کے لئے ضروری اقدامات کا دعویٰ کرے گا۔ تاہم وہ دجال اپنے ان انسان دشمن اور ابلیسی منصوبوں پر عملدرآمد میں کامیاب نہیں ہوسکے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوجائے گا۔

دجال...... مکہ اور مدینہ کے مسلم مراکز کی طرف بڑھے گا مگر وہ خیر، انسان دوستی اور رحمت للعالمینی کے ان مراکز تک رسائی حاصل نہیں کرسکے گا۔

الدجال کے دور میں ہونیوالی ہولناک تباہی اُس جنگ کے نتیجہ میں ہوگی جو یہود کے بزعم خویش خدا کے چہیتے انسان ہونے، برگزیدہ مخلوق ہونے اور عالمی وسائل پر قابض ہونے کے دعووں کو پورا کرنے کیلئے لڑی جائے گی اور یہ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی پھیلی ہوئی، ہولناک، تباہ کن اور بدترین جنگ ہوگی۔ یہ جنگ صرف اور صرف دجال اور اس کے سرپرست یہودیوں یعنی صہیونیوں (ZIONISTS) کے سودخور حرامخور انسان دشمن درندہ صفت اور انسان نما ابلیسوں کے ناپاک عزائم کے لئے لڑی جائے گی جسے انگریزی میں آرمیگاڈان (ARMEGADON)، احادیث میں الملحمة العظمیٰ اور المحلمة الکبری، قرآن مجید میں بأُسًا شدیدًا، جدید علمی دنیا میں تیسری عالمی جنگ (3RD WORLD WAR) اور علوم قرآنی میں بنی اسرائیلی کے بگڑے ہوئے گروہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب اور کفر کی پاداش میں انہیں کے ہاتھوں عذاب استیصال کی سزا پاکر یہودیت کے خاتمے کا نام ہے جس سے یہودیت کا بیج ہی دنیا سے ختم ہوجائے گا...... نہ صرف یہ...... بلکہ اس جنگ کے اتحادیوں میں دجال کے حمایتی یہود کے پروردہ فرقے، سوسائٹیاں، کلب، حکمران اور ان کے مراکز بھی قصہ ماضی بن جائیں گے۔

اس مکروہ انسان دشمن یہودی ابلیسی گروہ کی موجودگی میں ماضی قریب میں بھی...... آج بھی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں آخری یہودی کے جہنم رسید ہونے تک کسی خیر اور خیر کے اجتماعی نظام کے جڑ پکڑنے اور پروان چڑھنے کا کوئی امکان نہیں اس گروہ کے خاتمے کے بعد ہی دنیا میں امن سکون، عدل اجتماعی، اخلاق وکردار، شرم وحیا اور عصمت وعفت کے اُصولوں کا دور

دورہ ہوگا اور یہی حضرت محمد ﷺ کی رحمت للعالمینی کا مظہر اور مقصود فاطر فطرت ہے۔ اے اللہ ایسے دور با برکات کو جلدی لا...... اللهم عجل لنا فرجة

ایک طویل پس منظر کے حامل اور عالمی سطح پر جاری دو ہزار سال سے زیادہ عرصے کے اس کھیل اور ڈرامے کا یہ ڈراپ سین ہوگا جس کا سب سے بڑا اور آخری کردار...... الدجال ہوگا۔

یقیناً یہ حالات و واقعات اور الدجال تاریخ انسانی کا سب سے بڑا فتنہ یعنی اخلاق سوز، حیا سوز اور ایمان سوز دور ہوگا جو اہل حق کے لئے ابتلاء و آزمائش کا زمانہ ہوگا۔ اہل حق پر بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص بہت ہی مشکل دور ہوگا۔ وسائل رزق کے دروازے بند کردیے جائیں گے اور سنت رسول ﷺ کے مطابق شرم و حیاء، عفت و عصمت اور حلال کے ساتھ زندگی گزارنا ہاتھ میں انگارہ پکڑنے کے مترادف ہوجائے گا۔ ایک فرمان رسالت ؐ میں ہے کہ

طعام المؤمنين فى زمن الدجال طعام الملائكة التسبيح و التقديس فمن كان منطقه يومئذ التسبيح و التقديس اذهب الله عنه الجوع (الجامع الصغیر بحوالہ مستدرک عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

''دجال کے زمانے میں اہل ایمان کی خوراک فرشتوں والی خوراک ہوگی یعنی تسبیح و تقدیس۔ لہٰذا اس وقت جس شخص کی زبان پر تسبیح و تقدیس ہوگی' اللہ تعالیٰ اس کی بھوک ختم کردیں گے''

آج کی نسل انسانی اسی فتنہ دجال کے دور سے گزر رہی ہے، آزمائش ہے تو صرف اہل ایمان کی جو حق پرست ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام لیوا ہیں آسمانی ہدایت کو مانتے ہیں اور مغربی افکار یعنی آزادی (LIBERALISM)، سیکولرازم، بے راہ روی اور بے حیائی کے خلاف صف آرا ہیں۔ فتح یقیناً اہل حق کی ہے۔

آئیے............ اپنے ایمان کا ثبوت دیں اور آنے والے ان حالات میں ثابت قدم رہنے کا عزم کریں اور اسلام کا جھنڈا سر بلند کرنے کی آرزو کے ساتھ زندہ رہنے کی دعا کریں۔ آمین یارب العالمین۔ (آئندہ ان شاء اللہ 'الدابہ' پر گفتگو ہوگی۔)

ڈیپریشن اور ٹینشن

ہمارے دوست فاضل مضمون نگار نے بڑی عمدگی سے دورِ حاضر کے ایک اہم مسئلے پر اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ اہلِ مغرب تو گزشتہ کئی صدیوں سے دین و مذہب سے قطع تعلق کر کے اخلاقی اور فکری تنزلی کے سفر میں ڈارون، مارکس، فرائڈ کے نظریات سے ہوتے ہوئے نصف صدی قبل بے مقصدیت، لاادریت، زیستن برائے زیستن سے بھی گر کر اب عریانیت تک پہنچ گئے تھے جہاں سے اب حیوانیت محض (PURE BESTIALITY) کے روپ میں MORAL LESS SOCIETY اور VALUELESS SOCIETY کا روپ دھار چکے ہیں۔ جہاں 'آزادی' یعنی LIBERALISM کے نام پر ایک امریکی ریٹائرڈ جج اور مصنف (ROBERT H.BAROKE) کے بقول مغربی معاشرے اب SLOUCHING TOWARDS GAMMORA کی کیفیت سے دوچار ہیں۔

ہمارا معاشرہ ابھی تہذیب مغرب کی گرد راہ میں حیران و پریشان ہے جہاں دین سے بے اعتنائی اور مغربی افکار و نظریات کی اندھی تقلید میں ہمارے جدید تعلیم یافتہ اور آسودہ حال طبقات ذہنی بے راہ روی، بے مقصدیت اور زیستن برائے زیستن جیسے نظریات کے زیر اثر DEPRESSION اور TINSION جیسے امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ فاضل مضمون نگار نے ہمیں فکری سطح پر ایمان، توبہ، التزام بالسنۃ یعنی قرآن مجید کے محکمات اور سیرت النبی ﷺ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا ہے۔ اللہ کرے ہم اس اہم مسئلہ پر توجہ کریں اور خود بھی شعوری توبہ اور تجدید ایمان کی طرف بڑھیں اور دوسروں کو بھی اس بات کی دعوت دیں تاکہ مسلمانانِ پاکستان دینی اور نظریاتی سمت میں ہی سفر جاری رکھ سکیں۔

(ادارہ)

ڈیپریشن،ٹینشن کا قرآنی علاج

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب

عبدالرشید ارشد

آج بچہ بوڑھا، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ،ٹینشن سے ضرور متعارف ہے۔جس سے بات کرو خیر خیریت معلوم کرو بس ایک ہی جواب ہے کہ ٹینشن پیچھا نہیں چھوڑتی۔جو ذرا سلجھے لوگ ہیں وہ ٹینشن کے بجائے ڈیپریشن بولتے ہیں۔بعض سادہ لوگ جو انگریز اور انگریزی سے نفرت کرتے ہیں 'پریشانی' پر تان توڑتے ہیں۔جس طرح ماضی میں طبیب حضرات قبض کو اُمّ الامراض کہا کرتے تھے بعینہٖ اسی طرح آج ڈیپریشن،ٹینشن اور پریشانی تمام امراض کی جڑ ہے۔یہ حقیقتاً کسی کو لپیٹ میں لے لے یا یہ محض فیشن کے طور پر ہو۔

ڈیپریشن یا ٹینشن کا 'آسیب' اگر فی الواقعہ کسی شخص کو گھیر لے تو یہ صرف صحت کے حوالے سے ہی مضر نہیں سماجی و معاشرتی زندگی میں بھی یہ زہر گھول دیتا ہے۔اس کی علامات میں بے چینی اور بے سکونی کے ساتھ غیر بشاش چہرہ ہے جس سے متاثرہ شخص کے بیان کیے بغیر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔مذکورہ علامات کے علاوہ ایک نمایاں علامت سوچوں کے سمندر میں غوطہ زن رہنا ہے۔اس مرض میں مبتلا صرف مرد حضرات ہی نہیں ہوتے خواتین بھی مبتلا ہوتی ہیں بلکہ شاید مرد حضرات کی نسبت کچھ زیادہ ہی خصوصاً نوجوان۔

ڈیپریشن یا ٹینشن کی وجوہات پر غور کریں تو مندرجہ ذیل فہرست سامنے آتی ہے۔مثلاً

☆ معاشی پریشانی

☆ صحت کی خرابی یا کسی طرح کی طویل علالت

☆ سماجی و معاشرتی عدم توازن اور مسابقت کا مرض

☆ شعوری تعلیم خصوصاً دینی تعلیم کا فقدان، خدشات اور انجانا خوف

☆ میڈیا کی یلغار اور مغربی معاشرے کی چمک

☆ جنسی نا آسودگی

☆ قرآن حکیم اور اُسوۂ رسول ﷺ سے راہنمائی نہ لینا

مذکورہ فہرست میں سیانے اضافہ بھی کر سکتے ہیں اور بعض شقوں کو باہم ملا کر مختصر بھی کر سکتے ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ ہر نکتہ کی وضاحت کریں گے۔

☆ پاکستان کے حوالے سے جب ہم اپنے گرد و پیش معاشی اونچ نیچ دیکھتے ہیں تو نچلے طبقے میں ڈیپریشن کی وجہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی کہ ملک میں ایک طبقہ لاکھوں اور کروڑوں کے باوجود ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا وِرد کرتے دیکھا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو نان جویں کو ترستے ہیں، فاقوں سے خاندان کو بچا نہیں سکتے تو خودکشی کا سہارا لیتے ہیں۔

لکھ پتی کروڑ پتی طبقہ بھی ڈیپریشن کا شکار دیکھا جاتا ہے مگر اس کی وجوہات کمزور طبقے سے یکسر مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً ٹیکس بچانے کی پریشانی، ٹیکس ادائیگی کی پریشانی وغیرہ جبکہ کمزور طبقہ کی پریشانیوں کی فہرست طویل ہے۔ مثلاً خاندان کے لئے دو وقت کی روٹی، علاج کے لئے ادویات، بچوں کی تعلیم، بچوں کی شادیوں کی فکر اور ان سب سے بڑھ کر معاشرتی رسوم و رواج میں 'ناک' بچانے کی فکر کہ مذکورہ ہر فکر اگر دور ہو سکتی ہے تو اس کی شاہ کلید صرف اور صرف مالی وسائل کی فراہمی ہے جو غریب کا مقدر کم ہوتی ہے۔

☆ ڈیپریشن، یا ٹینشن کا دوسرا سبب صحت کا خراب رہنا ہے یا طویل بیماری میں مبتلا ہونا ہے۔ اس کے لئے امیر غریب کی تخصیص نہیں ہے دونوں طبقے ہی اس کا شکار ہوتے ہیں محض نوعیت کا فرق ہوتا ہے۔ غریب کا ممکنہ علاج اُس کی پہنچ سے باہر ہوتا ہے، سستی ادویات صرف 2 نمبر ہی نہیں ہوتیں بسا اوقات یہ 6 نمبر تک جعلی ہوتی ہیں۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ادویات اُس کی پہنچ سے کوسوں دور ہوتی ہیں۔ یوں ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق علاج ہی اس کے

لئے قبر کی کھڑ کی کھول دیتا ہے اور حسرت و یاس اور ڈیپریشن پسماندگان کا مقدر بنتی ہے۔

[ڈیپریشن کا ایک سبب بے کار بیٹھے سوچتے رہنا ہے۔ مصروف زندگی بھی ڈیپریشن کا علاج ہے۔ مثلاً دوسری جنگ عظیم میں جب بمباری سے برطانیہ تباہ حال تھا اخبار نویس نے چرچل سے پوچھا کہ بمباری کے سبب پریشان تو ہوں گے؟ تو جواب تھا

"I AM VERY VERY BUSY, I HAVE NO TIME TO WORRY"]

☆ مذکورہ دونوں اقسام سے زیادہ شدید ڈیپریشن یا ٹینشن سماجی و معاشرتی رویوں سے جنم لیتی ہے اس کا زیادہ شکار خواتین ہوتی ہیں اور اس کے لئے طبقہ امراء یا غرباء کی کوئی تخصیص نہیں ہے اس میں اکثر مسابقت کردار ادا کرتی ہے فلاں کے پاس یہ ہے ہمارے پاس نہیں ہے۔ فلاں کے سٹیٹس سے ہمارا سٹیٹس زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہونا چاہیے، ہمسائی یہ خرید کر لائی ہے آج کا فیشن یہ تقاضا کرتا ہے مگر ہم بہت پیچھے ہیں۔ برادری میں رائج رسوم و رواج یہ ہیں ان پر پورے نہ اُترے تو ناک کٹ جائے گی۔ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے وہ دوسروں کے مقابلے میں کم نظر آتا ہے جس کے سبب ٹینشن اور ڈیپریشن در آتے ہیں، اس میں ناشکرے پن کا دخل بھی ہے

سماجی و معاشرتی اُونچ نیچ کے علاوہ حقوق کی ادائیگی میں کمی بیشی بھی ڈیپریشن کے جنم کا سبب بنتی ہے۔ مثلاً ہمارا عمومی رویہ یہ ہے کہ ہم دوسروں سے حقوق کی ادائیگی کی توقع تو رکھتے ہیں مگر خود اکثر اوقات اُن کے حقوق کی ادائیگی سے نظریں چراتے ہیں جس کے سبب ضمیر کی خلش یا اندرونی کش مکش ہمیں ٹینشن کے تالاب میں غوطے دینے لگتی ہے۔

☆ ڈیپریشن کی بنیادی وجہ تعلیم سے شعور کی منزل تک نہ پہنچنا بھی ہے خصوصاً شعوری دینی تعلیم، جس کے سبب بلاوجہ خدشات اور انجانے خوف کو اپنے اُوپر مسلط کیے رکھنا ہے۔ ایسا نہ ہو جائے، یہ نہ ہو جائے، اگر یہ ہو گیا تو......!۔ اسی نوع کے اگر مگر سے خدشات اور خوف کو اپنے اوپر طاری رکھتے ہر وقت سوچوں میں گم رہنا مثلاً امتحان میں اگر فیل ہو گئے تو، اگر نمبر کم آئے تو، اگر ملازمت کی کال نہ آئی تو، اگر فلاں جگہ رشتہ طے نہ ہوا تو، اگر فلاں کے شادی کے دن تک مطلوبہ لباس نہ سل سکا تو، اگر میاں نے فلاں خواہش پوری نہ کی تو، اگر بچے نافرمان ہوئے تو۔۔ اس اگر کا دائرہ انتہائی وسیع ہے اور اسی وسعت سے سوچیں گھیرا تنگ کرتے ڈیپریشن کی کمی بیشی کا تانا بانا بنتی ہیں۔

☆ ماضی میں صرف پرنٹ میڈیا تھا جس کے منفی اثرات بھی محدود تھے مگر ترقی کی دوڑ نے الیکٹرانک میڈیا متعارف کرایا۔ یہ دو دھاری تلوار ہے۔ الیکٹرانک میڈیا نعمت بھی ہے مگر اس نعمت پر زحمت نے ڈاکہ ڈال کر سارے حقوق اپنے نام کروالیے۔ آج اگر 10 فی صد تعمیری کردار ہے تو میڈیا کا 90 فی صد منفی کردار ہے۔ اشرافیہ تو بلا خوف وخطر اس سے استفادہ کر رہی ہے۔ درمیانہ طبقہ اور غریب بھی اپنی غربت کا رونا روتے روتے اس کے منفی کردار کو اپنے گھروں کے اندر تک گھسیٹ لائے ہیں اور جب اہل خانہ کو اس سے 'فیض یاب' ہوتا دیکھتے ہیں یا 'فیض' کی عملی شکل سے واسطہ پڑتا ہے تو ڈیپریشن اور ٹینشن کا سیلابِ بلا بہا لے جانے پر اُدھار کھائے بیٹھا دیکھتے ہیں۔ پھر ڈیپریشن کی گولیاں بھی کارگر ثابت نہیں ہوتیں تو زہر کی گولی ڈیپریشن اور ٹینشن کا دائمی علاج ثابت ہوتی ہے۔ اسے غیرت کا نام دیا جاتا ہے۔

☆ نوجوان نسل میں بالخصوص اور دوسری عمر کے مرد وزن میں بالعموم جنسی ناہمواری اور جنسی ناآسودگی ڈیپریشن کو جنم دیتی ہے۔ جنسی آسودگی ہر مرد وزن کی فطری جبلّی ضرورت ہے جس کا انکار کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ واقعہ کہ رات کو گشت کے دوران کسی گھر سے خاتون کے ہیجان انگیز اشعار سن کر صبح تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کے میاں کو جہاد پر گئے کئی ماہ بیت گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ ہر ملازم جو گھر سے دور ہے چاہ ماہ بعد چھٹی پر گھر بھیجا جائے۔ جنسی ناآسودگی سے پیدا ڈیپریشن یا ٹینشن آگے بڑھتے قبیح قسم کی جسمانی بیماریوں کو جنم دیتی ہے جس کے سبب خاندان کا مستقبل تک داؤ پر لگ جاتا ہے۔ مستقبل کی نسل کی نشوونما متاثر ہوتی ہے یا بسا اوقات نسل کشی ہی ممکن نہیں رہتی جس کے سبب خاندان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

☆ انسان کی عملی زندگی کے ہر شعبہ میں اچھی کارکردگی کے لئے انسان کے خالق نے اپنی محکم کتابِ ہدایت قرآن حکیم میں بہترین قابل عمل راہنمائی دی ہے جس کی عملی تعبیر وتشریح نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں موجود ہے۔ اس سرچشمہ نور سے استفادہ، ڈیپریشن اور ٹینشن سے بندے کو محفوظ رکھنے کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے، اس نور ہدایت سے جو جس قدر فیض یاب ہوگا ڈیپریشن سے دور ہوگا اور جس قدر استفادہ میں پیچھے رہ جائے گا متاثر ہوگا۔ قرآن وسنت کو اپنی عملی

زندگی میں سمو لینے والے سکھ اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں اُن کی زندگیوں میں نہ ڈیپریشن راہ پا سکا نہ ہی ٹینشن آ سکی۔

مذکورہ سطور میں ہم نے ڈیپریشن کے اسباب وعلل پر اختصار سے اپنا نکتہ نظر آپ کے سامنے رکھا۔ اب ہم اسی ترتیب سے ان نکات پر قرآن وسنت سے علاج آپ کے سامنے رکھیں گے۔ بنیادی طور پر یہ اہم فرمان ہر لمحہ پیش نظر رکھیں کہ علاج سے مطلوب تو پرسکون زندگی ہے جس کا علاج خالق نے یوں فرمایا:

الَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُ الْقلُوب

یعنی آگاہ رہو کہ اطمینان قلب کا واحد علاج اللہ کا ذکر (اللہ کی یاد) ہے

مندرجہ ذیل تمام راستے اسی ذکر کا حصہ ہیں۔

☆ معاشی و مالی پریشانی کو ہم نے پہلا سبب بیان کیا ہے جو ڈیپریشن اور ٹینشن کا سبب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ''اللہ کا ذکر'' اس سے کیسے بچاؤ مقدر بناتا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ذکر الٰہی ہے کیا؟ اس سے بالعموم یہ مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ زبان سے ذکر کیا جائے۔ اس ضمن میں مختلف اذکار بیان کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ زبانی ذکر بھی مطلوب ہے مگر یہ ذکر کا تھیوریٹیکل پہلو ہے۔ جبکہ ذکر عملی زندگی کے ہر ہر پہلو سے، ہر ہر شعبہ سے، مطلوب عمل کا نام بھی ہے۔ حلال تجارت، حلال ملازمت، حلال سیاست، حلال عدالت، حلال حکمرانی، حلال درس و تدریس، حلال تحقیق و ایجاد، حلال ذرائع نشر و اشاعت، حلال حقوق الزوجین، حلال عائلی اور معاشرتی زندگی وغیرہ۔

حلال سے ہماری مراد قرآن وسنت کی متعین کردہ حدود و قیود ہیں۔ ان سب پر عمل کرتے زبان سے ذکر کرتے رہنا ذکر کی مطلوبہ ضرورت کی تکمیل کرنا ہے۔ اس میں جہاں جہاں جس قدر کمی ہوگی وہاں اُسی قدر ذکر ناقص ہوگا۔ ایمان کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا معیارِ ذکر پرکھ سکتا ہے۔ اس کمی کو بلا کسی خارجی مطالبے کے خود دُور کر سکتا ہے۔ مثلاً معاشی و مالی پریشانی ہی کو لیجیے۔ قرآن کریم میں تلاش کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل راہنمائی ملتی ہے:

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ

لَشَدِیۡدٌ (ابراہیم:7)

''اور تمہارے رب نے اعلان فرمایا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو اور دونگا اور کفرانِ نعمت کرو گے تو میرا عذاب شدید ہے۔''

شکر سے مراد زبانی ''اللہ تیرا شکر ہے'' کہنا مکمل شکر نہیں ہے بلکہ جس جس نعمت سے نوازا ہے اُسے اللہ کی رضا کی خاطر اللہ کے بندوں کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کرنا عملی شکر ہے مثلاً علم نعمت ہے اس کو پھیلانا، مال و دولت نعمت ہے اس سے زکوٰۃ اور صدقات دیتے رہنا عملاً شکر ادا کرنا ہے اس طرح دیگر تمام صلاحیتوں سے بنی نوع انسان کو فیضیاب کرنا نعمتوں کا شکر ہے جبکہ ان سے برعکس کام لینا، منفی پہلو سے استعمال یا عدم استعمال ناشکری ہے جو قابل سزا ہے۔ قرآن پاک میں قوم سبا کی مثال انتہائی آسانی سے سمجھ آتی ہے۔

معاش و معیشت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی راہنما ہے کہ...... ہر ذی روح کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ قرآن پاک کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد جس آیت سے ہوتا ہے وہ الحمدللہ رب العالمین ہے یعنی شکر و سپاس اگر کسی کے لئے ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو رب العالمین ہے۔ رب کے معانی ہی پرورش کنندہ ہے یعنی تمام جہانوں کی مخلوق کا پرورش کنندہ ہے۔ پرورش کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ روٹی پانی مہیا کر دیا اور بس بلکہ پرورش یہ ہے کہ مخلوق کی خوراک کے علاوہ دیگر تمام لوازم زندگی مہیا کرنے والا ہی پرورش کنندہ کہلانے کا حق دار ہے۔ صحت و تندرستی کے حوالے سے خوراک اور ماحول تک کی فراہمی

وَ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُھَا ......(ھود:6)

''کرۂ ارض پر کوئی ذِی روح ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو''

وسائل رزق ہر جاندار کی تخلیق سے قبل اوّل سے آخر تک طے کر کے اُسے زندگی دیتے دنیا میں بھیجا گیا۔ طے کرنے والا قادرِ مطلق ہے۔ وسائل رزق اگر اس انداز میں طے شدہ ہیں تو کمی بیشی پر دل تنگ کرنے کے بجائے ''اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡن'' کا ورد کرتے بہتری طلب کرتے رہنا ہوشمند انسان سے مطلوب ہے۔ کمی بیشی تعلق باللہ کے حوالے سے آزمائش بھی ہے۔ ناشکرے پن کی سزا بھی ہے۔ فرمایا گیا کہ

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا...... (طٰہٰ:124)

''جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا میں نے اس کی معیشت تنگ کردی......''

(ذکر یعنی احکامات سے منہ موڑا۔)

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ......(البقرۃ:135)

''اور ہم ضرور آزمائیں گے کچھ خوف، بھوک پیاس اور جان ومال کے نقصان سے''

دنیا کی عملی زندگی میں کم وبیش ہر شخص کا مشاہدہ ہے کہ وہ دوستی کے لئے، رشتہ داری کے لئے پہلے چھان پھٹک کرنا عقل مندی سمجھتا ہے حالانکہ یہ عارضی چندروزہ تعلق کا معاملہ ہے۔ خالق جس نے اس دنیا کی نعمتوں سے بہت آگے جنت جیسے انعام سے نوازنا ہے اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ 'ٹھوک بجا' کر دیکھ لے کہ کون استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے اور کون ہائے والے ڈیپریشن اور ٹینشن کا شکار بنتا ہے۔ اسی لئے تاکیداً فرمایا گیا کہ ''لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ'' یعنی اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

☆ صحت کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بطور سزا بھی خراب ہوسکتی ہے اور بطور آزمائش بھی۔ بطور سزا ان معنوں میں کہ کوئی فرد فرامین الٰہی سے بغاوت کرے، شراب اور منشیات کو زندگی میں داخل کرلے تو صحت کا تقاضا احمقانہ سوچ ہوگی اسے نافرمانی کی سزا کہا جائے گا مگر اسکے علاوہ اگر واضح نافرمانی سے ہٹ کر بیماری آتی ہے تو وہ آزمائش ہے، بندے کے گناہ مٹانے اور نیکیاں عطا کرنے کا سبب بنتی ہے اس حال میں بندے کا رویہ جو مطلوب ہے یوں بیان فرمایا گیا ہے ''وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ'' (میں جب بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہ (اللہ) مجھے شفا دیتا ہے)

قرآن حکیم میں قرآن کے الفاظ سے علاج بیان فرمایا گیا۔ سورۃ الاسرا میں ہے:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (17-82)

(قرآن حکیم اہل ایمان کے لئے شفا اور رحمت ہے۔)

سورۂ فاتحہ کا سورۂ شفا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ قرآنی آیات پڑھ کر مریض کے جسم پر متاثرہ حصے پر پھونکنا باعث شفا ہے۔ مریض خود پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلے تو زیادہ بہتر ہے۔ مگر قرآنی علاج کو رقم

بٹورنے کا ذریعہ بنانا قابل مذمت ہے۔

☆ سماجی ومعاشرتی مسائل گھر کی سطح پر بدگمانی، چغلی اور غیبت سے جنم لیتے ہیں۔ عائلی زندگی میں ان قباحتوں سے زہر گھلتا ہے تو بدترین اثرات سامنے آتے ہیں۔ باپ، بیٹے، بھائی بھائی تک ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں پھر ایسے ہی ناسور معاشرتی زندگی کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں۔ یہ قرآن کے احکامات کو نظرانداز کرنے کا سبب ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ....O

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا......(الحجرات:12-11)

''ایمان کا اقرار کرنے والو! تم (مرد) مردوں کا مذاق نہ اُڑاؤ، ممکن ہے (جن کا مذاق اُڑاتے ہو) وہ تم سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اُڑائیں ممکن ہے وہ اُن سے بہتر ہوں اور اپنوں پر عیب نہ لگاؤ نہ کسی کو بُرے نام سے پکارو۔ ایمان کے اقرار کے بعد یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔............اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ تک لے جاتے ہیں اور نہ ہی تجسس کرو اور نہ ہی دوسرے کی غیبت کرو......'' (غیبت مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے جس کا کوئی شخص تصور بھی کرنے سے احتراز کرتا ہے۔)

ڈیپریشن اور ٹینشن کی ایک وجہ سماجی روگ معاشرتی اُونچ نیچ بھی ہے میں ملک ہوں، چوہدری ہوں، میاں ہوں، خان بہادر ہوں اور فلاں کمّی ہے، موچی ہے، جولاہا ہے، فلاں ہے، فلاں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس تفاخر کی جڑ کاٹتے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ......(الحجرات-13)

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (کے جوڑے) سے پیدا کر کے

تمہارے قبیلے برادریاں اس لئے بنائیں کہ تم ایک دوسرے سے ان کے واسطے
سے پہچانے جاؤ۔ اللہ کے نزدیک عزت تو صرف تقوے کی بنیاد پر ہے (کسی نسلی
تفاخر کے سبب نہیں ہے)''

برادریوں میں جھگڑے فساد بھی ہوتے ہیں۔ شکر نجیاں معاملات کو دور تک بگاڑتی ہیں۔ قومی اور ملکی سطح کے تنازعات قتل و غارت تک نوبت پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً مسلم ممالک کے مابین تنازعات۔ رب العزت نے اس پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا فرمایا گیا۔ (قبیلہ برادری ہو یا ملکی سطح کا معاملہ ہو)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ......

''مؤمن آپس میں بھائی ہیں پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو''

غرض افراد و برادری سے لے کر اقوام و ملل تک کے لئے راہنما اُصول مرحمت فرما دیا جو امن و سکون کا ضامن ہے۔

☆ بامقصد شعوری تعلیم (دنیوی ہو یا دینی) کا فقدان عملی زندگی کے مسائل کو سلجھانے کے بجائے الجھانے کا ذریعہ بنتا ہے جس کے سبب افراد و اقوام میں خدشات اور غیر یقینی صورت حال جنم لیتی ہے پھر اُس کے ردِ عمل میں ڈیپریشن اور ٹینشن گھیراؤ کر کے افراد کو بیماریوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ بامقصد تعلیم افراد میں خود اعتمادی، ہمت اور جرأت پیدا کرتی ہے۔ جب خود اعتمادی دل و دماغ میں گھر کر جائے تو انجانے خوف نقب لگانے میں ناکام رہتے ہیں، اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں، صحت متاثر نہیں ہوتی، ایسا نہ ہو کہیں یہ نہ ہو جائے غرض ہر ایسی چیز دم توڑ جاتی ہے۔ زندگی پرسکون رہتی ہے۔

☆ میڈیا اگرچہ نعمت ہے مگر شعوری تعلیم و تربیت کے فقدان نے اسے زحمت بنا دیا ہے بجائے اس کے کہ میڈیا قوم کو مقصد حیات سے آگاہ کرے، قوم میں اعلیٰ اخلاق، سماجی اقدار کو متعارف کرائے اس نے ہر شعبہ میں اخلاق و کردار کی اعلیٰ اقدار کے خاتمے کا بیڑہ اُٹھا رکھا ہے۔ نپولین نے کہا تھا کہ:

GIVE ME GOOD MOTHERS I WILL GIVE YOU
GOOD NATION ''مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا''

عورت سماج و معاشرت میں مرکزی حیثیت (KING PIN) رکھتی ہے۔ ایک مرد کا بگاڑ مرد تک محدود رہتا ہے جبکہ ایک عورت کا بگاڑ ایک خاندان کا بگاڑ بنتا ہے اور سماج و معاشرہ خاندانوں کے مجموعے کا نام ہے۔ میڈیا عورت کو بگاڑنے میں صبح، دوپہر، شام اور رات تک کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتا۔ ڈرامے ہوں، ٹاک شوہوں، اشتہار گھی کا ہو یا مشروبات کا، موبائل فون کا ہو یا تمباکو اور نسوار کا عرض ہر چیز کی فروخت کے لئے عورت شاہ کلید تسلیم کرلی گئی ہے اور عورت ہے کہ حقوق کی جنگ لڑ رہی ہے مگر اپنی سب سے قیمتی چیز عصمت و عفت اور حیا پر ڈالے گئے ڈاکے سے تحفظ مانگنے میں اُسے عار ہے۔ مردوں کے ہاتھ ہر شعبہ زندگی میں کھلونا بنی عورت اسے آزادی کا نام دیتی ہے اور نہیں جانتی کہ یہ آزادی مستقبل کی نسل کی تباہی کا سامان ہے۔ اس کے اثرات آج سامنے ہیں۔

میڈیا آج اسلام کے خلاف ملت کفر کا موثر ہتھیار ہے۔ ہم چند 'اسلامی پروگراموں' اور چند مسلمان کہلوانے والے اینکرز وغیرہ کو سامنے دیکھتے اصل حقائق کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ یہ ان 'اسلامی پروگراموں' کی آڑ میں مغربی تہذیب و تمدن کے جراثیم کس طرح نسل نو کے قلوب واذہان میں اُتار رہا ہے۔

☆ ڈیپریشن اور ٹینشن ایک چیز نہیں ہے۔ انسان کا قلب و ذہن پہلے ٹینشن (ذہنی دباؤ) کا شکار ہوتا ہے اور پھر ردِ عمل کے طور پر ڈیپریشن (یاسیت، احساس محرومی، خوف وغیرہ) متعلقہ شخص کا گھیراؤ کرتا ہے۔ مسلمہ طور پر دو شدید ترین تقاضے بندے کو اکثر اوقات غلط کام پر آمادہ کر دیتے ہیں۔ انہیں سیانے شہوت شکم اور شہوتِ فرج کا نام دیتے ہیں یعنی بھوک کی شدت اور شدید جنسی ہیجان۔ جنسی ہیجان ہو یا جنسی ناآسودگی دونوں ہی انسانی قویٰ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ اکثر اوقات ان حالات میں دل و دماغ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

یورپی معاشرہ جس کی چمک سے ہماری آنکھیں اکثر چندھیائی رہتی ہیں' جنسی انارکی کے سبب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ خاندانی نظام نام کی کوئی چیز وہاں نہیں ہے۔ مرد وزن کی یکجائی جہاں جس حال میں ہے صرف جنسی لذت کی بنیاد پر ہے۔ محبت و اخلاص کی عظمت جاننے والے چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بمشکل ملیں گے۔ اس حقیقت پر کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام پر

کاری ضرب لگانے کی خاطر مغرب اسی آزمودہ ہتھیار کو مسلمان ممالک میں آزمانے کی خاطر میڈیا وار کا سہارا لے رہا ہے۔ اس کے اثرات مسلمان ممالک میں رونما ہونے شروع ہو چکے ہیں۔

جنسی ضرورت جو بلاشبہ بدیہی امر ہے، کی تکمیل کے لئے خالق نے اپنی الہامی کتب میں اپنے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے ایسے راستے متعین فرمائے جن پر عمل کرنے سے مرد و زن ٹینشن اور ڈیپریشن سے بھی محفوظ رہیں۔ تخلیق زن کا مقصد اگرچہ انسانی نسل کا تسلسل ہے مگر چونکہ یہ عمل شب و روز ممکن نہیں ہے۔ جبکہ جنسی تسکین شب و روز موجود رہتی ہے اس لئے زن و شوہر کا قرب وجہ تسکین بھی بنایا اور اس کے لئے ہدایات بھی دیں۔

نکاح کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ او کما قال ﷺ

''نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا''

جنسی تسکین کا حلال راستہ نکاح ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ میاں بیوی ہمہ وقت ولادتِ اولاد کا کارخانہ نہیں ہیں اس سے ہٹ کر بھی دونوں کو جنسی تسکین کی ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے، جس کی بیوی وفات پا گئی تھی، دوسری شادی کے حوالے سے سوال فرمایا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی میں نے ایک بیوہ سے شادی کر لی ہے۔ نبی اکرم نے فرمایا کہ تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی؟ کہ تم اُس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ حدیث کے الفاظ 'کھیلنے' ہی استعمال ہوئے ہیں کہ نوجوان کو جنسی تسکین کے لئے ہم عمر ہی کی حاجت ہوتی ہے۔

کھیلنے کے لفظ پر کسی کو اعتراض ہو سکتا ہے مگر انسان اسے اپنی عملی زندگی کی اس مثال سے بخوبی سمجھ سکتا ہے والدین اگر ایمان کا شعور رکھتے ہوں وہ اپنے بچے کو کوئی کھلونا لا کر دیں تو اس سے اُسے کھیلتا دیکھ کر وہ خوش ہوں گے مگر وہی بچہ اگر چوری کے کھلونے سے کھیلے تو نہ صرف والدین ناراضگی کا اظہار کریں گے بلکہ ممکن ہے کان بھی کھینچیں۔ اِسی طرح خالق اپنی مخلوق کے باہم کھیلنے سے خوش ہوتا ہے اور حرام پر ناراض بھی ہوتا ہے سزا بھی دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس حقیقت کو حیا کے پردے میں لپیٹ کر یوں بیان فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

اِلَیۡھَا......(اعراف:190)

''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں نفس واحدہ (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا (یعنی حوا کو) بنایا تا کہ اس سے سکون حاصل کرے۔''

جنسی جذبات کی تسکین کی حلال طریقے سے کھلی چھٹی یہ کہتے عطا فرمائی کہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں جس طرح چاہو مقررہ حدود و قیود کے ساتھ اپنی کھیتی میں جاؤ۔ فرمایا:

نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ......(البقرہ:223)

اور حد یا احتیاط یہ بیان فرمادی کہ:

وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡمَحِیۡضِ قُلۡ ھُوَ اَذًی فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ وَ لَا تَقۡرَبُوۡھُنَّ حَتّٰی یَطۡھُرۡنَ فَاِذَا تَطَھَّرۡنَ فَاۡتُوۡھُنَّ مِنۡ حَیۡثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہ (البقرہ:222)

''حائضہ سے متعلق پوچھتے ہیں؛ فرما دیجئے کہ وہ ناپاک (بیماری پھیلانے والی) ہے اس حال میں عورتوں سے دور رہو حتیٰ کہ وہ مخصوص ایام کے بعد پاک ہو جائیں پھر اللہ کے حکم کے مطابق تمتع کرو (سکون حاصل کرو)۔

یہ ہے فطری طریقہ جس سے جنسی تسکین اور حصول اولاد کا راستہ اللہ رب العزت نے بندوں کے سامنے کھولا۔ اس راستے پر چلتے کیا ٹینشن اور ڈیپریشن راہ پا سکتے ہیں؟ ہم نے مختصر قرآنی بات سامنے رکھی ہے مزید قرآن میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آج کا عقل مند کہلوانے والا انسان ہر موجد کی' اُس کی ایجاد سے متعلق رائے اور ہدایات کی اتھارٹی تسلیم کرتا ہے اور ایجاد شدہ چیز کے ساتھ کتابچہ کو متعلقہ ایجاد کے حوالے سے حرف آخر تسلیم کرتے اس میں تحریر کردہ جزیات تک پر عمل کرنے کو عقل کا حقیقی استعمال سمجھتا ہے مگر وہی عقل مند' انسان کے موجد کی اپنی ایجاد (تخلیق انسان) سے متعلق ہدایات (بصورت الہامی کتب) کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ بلکہ اسے طرح طرح کے نام دیتا ہے۔ مثلاً بنیاد پرست وغیرہ

اللہ ربّ العزت نے انسان کو واضح مقصد حیات کی تکمیل کیلئے تخلیق فرمایا۔ عملی زندگی کے جملہ اُمور سے متعلق تمام مطلوبہ صلاحیتیں اور فطری جبلتیں دے کر سینۂ دھرتی پر اُسے آباد

فرمایا۔ گزرتے دنوں کے بدلتے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہر دور میں عملی راہنمائی کی خاطر کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے جن میں سے بعض کو اپنے الہامی کلام سے بصورت کتب نوازا۔ مثلاً صحف ابراہیمی، زبور، تورات، انجیل اور آخری مکمل و مدلل کتابِ ہدایت قرآن حکیم آخری اُمت کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمائی۔ قرآن حکیم کا دوسرا نام مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ضابطہ حیات (CODE OF LIFE) کہلوانے یا اپنے آپ کو منوانے کا حق صرف اور صرف اُس کتاب کا ہے جو گزرتے وقت کے ساتھ عملی زندگی کے ہمہ جہت معاملات اور مسائل میں انسان کو مکمل اور قابل عمل راہنمائی دے۔ الحمدللہ رب العالمین کہ قرآن حکیم اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ اس کسوٹی پر سو فیصد پورے اُترے کہ دونوں مصادر سے جس کسی نے جب کبھی اخلاص نیت کے ساتھ رجوع کیا گوہر مراد پانے میں ناکام نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا تھا کہ ''ہم سینۂ دھرتی پر گلے تک برائیوں میں ڈوبی اسفل قوم تھے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہم میں سے ایک نبی منتخب فرمایا۔ دوسرا احسان یہ فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے قرآن کی نعمت سے نوازا اور پھر تیسرا احسان یہ فرمایا کہ ہمیں قرآن کو سمجھ کر سینے سے لگانے کی توفیق نصیب فرمائی۔ جس کے سبب ہم دنیا کی معزز مستحکم ترین قوم بن گئے۔''

قرآن حکیم نسخۂ کیمیا ہے اس سے جس قدر فیض لینا چاہا اس کے دامن کو وسیع فرمایا۔ یہ خلافت راشدہ کا دور ہو یا مابعد کے ادوار میں مسلمان حکمرانوں یا مسلمان رعایا کا قرآن کے حوالے سے طرزِ عمل۔ قرآن سے شعور سے راہنمائی لینے والے افراد واقوام کو قرآن حکیم اور اُسوۂ رسول ﷺ نے مایوس نہیں کیا۔ شرط صرف یہ رہی کہ استفادہ کرنیوالے نے اس شعور سے استفادہ کیا کہ یہ قرآن میرے لئے نازل ہوا، اس کا مخاطب میں ہوں اور اس قرآن کی عملی تشریح اُسوۂ رسول ﷺ میں ہے جس کی قدم قدم پر لحہ لحہ پیروی کیلئے میں مکلّف ہوں۔ اپنی مرضی ومنشا سے ان دونوں معتبر ترین ماخذوں میں مین میخ نہ نکالی۔ اس کے نتیجہ میں متعلقین ہر طرح کے ڈیپریشن اور ہر طرح کی ٹینشن سے محفوظ رہے۔ اُن افراد اور اس دور کے حکمرانوں کا ریکارڈ گواہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ قرآن وسنت سے راہنمائی لینے والے بہرحال

انسان تھے فرشتہ نہ تھے نہ آج ہیں اور نہ کل ہوں گے کہ خالق نے انسان کو معصوم عن الخطا پیدا نہیں فرمایا۔ بشری تقاضوں سے اگر کسی جگہ اونچ نیچ ہو تو اس کا حل بھی بتا دیا گیا تاکہ خطا کے سبب حوصلہ ہار کر مایوسی میں وہ ابلیس کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اسے ان الفاظ سے حوصلہ دیا کہ:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (الزمر:54-53)

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے"

شرط یہ ہے کہ تم توبہ کرتے اس کے سامنے جھک جاؤ قبل اس کے عذاب تمہیں آ گھیرے اور بچاؤ کی کوئی صورت نہ رہے۔

مذکورہ رویہ رکھنے والوں کی صفت اور اُن کے مثبت رویہ کے حوالے سے خوشخبری ان الفاظ میں خالق نے ان تک پہنچائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ...... (حم السجدہ 29)

وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا پرورش کنندہ ہے (پالنے کے جملہ تقاضے پورے کرنے والا ہے) اور پھر اپنی اس بات پر جمے رہے' ان پر فرشتے نازل ہو کر (اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں) خوشخبری دیتے ہیں کہ نہ تم کسی خوف میں مبتلا ہو اور نہ ہی غم کرو، اللہ کے وعدہ سے تم جنت کا انعام پاؤ گے۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی دوست ہوں گے۔

کیا مذکورہ یقین دہانی کے بعد کسی فرد کو کسی قوم کو ٹینشن یا ڈیپریشن کی تکلیف پریشان کر سکتی ہے۔ شرط قرآن کا سینے سے لگانا ہے۔

صہیونیت کی قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی روش اور انکارِ ختم نبوت

حصہ IV (گذشتہ سے پیوستہ)

انجینئر مختار فاروقی

صہیونیت کے انسانیت کے خلاف جرائم کی فہرست میں سب سے خطرناک اور گھناؤنا جرم یہ ہے کہ اس 'خبیث گروہ' نے حضرت محمد ﷺ سے میثاقِ مدینہ میں بندھ جانے، آپ ﷺ کو ایک نبی کے طور پر پہچاننے اور بدر میں کفار کے مقابلے میں اللہ کی نصرت وحمایت سے آپ ﷺ کے واضح غلبے کے باوجود ـــــــ آپ کے قتل کے کئی خوفناک منصوبے بنادیے۔ چند منصوبے تو وہ ہیں جن پر واضح عمل ہوا، مگر ناکام رہے اور ریکارڈ پر آ گئے اس کے علاوہ قرین قیاس یہی ہے کہ اُنہوں نے متعدد بار اس طرح کی مذموم ومکروہ کوششیں کی ہوں گی جو بالکل ابتدائی درجے میں ہی ناقابل عمل سمجھی گئیں یا ناکام ہوگئیں۔

بنونضیر کا خصوصی معاملہ بنی قینقاع کے بعد بنی نضیر یہود کا بااثر متموّل اور جری قبیلہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے وقت کعب بن اشرف اس قبیلہ کا سردار تھا۔ میثاقِ مدینہ کے باوجود یہ شخص آپ ﷺ کی دشمنی اور مسلمانوں سے بغض وکینہ کے معاملے میں انتہا پسند تھا۔ علامہ شبلی نے سیرت النبی ﷺ میں اس شخص کے بارے میں طویل بحث کی ہے اس کا تھوڑا سا حصہ قارئین کے لئے پیش خدمت ہے:

''یہودیوں میں کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا اس کے باپ اشرف نے جو قبیلہ طے سے تھا مدینہ میں بنونضیر کا حلیف ہو کر اس قدر عزت اور اعتبار پیدا کیا

کہ ابورافع بن ابی الحقیق جو یہود کا مقتدا اور تاجر الحجاز جس کا خطاب تھا اس کی لڑکی سے شادی کی۔ کعب اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ اس دوطرفہ رشتہ داری کی بنا پر کعب یہود اور عرب سے برابر کا تعلق رکھتا تھا اور شاعری کی وجہ سے قوم پر اس کا عام اثر تھا۔ رفتہ رفتہ دولت مندی کی وجہ سے تمام یہودیانِ عرب کا رئیس بن گیا۔ یہودی علماء اور پیشوایانِ مذہب کی تنخواہیں مقرر کیں۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے اور علمائے یہود اس سے ماہواریں لینے آئے تو اس نے ان لوگوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق رائے دریافت کی اور جب اپنا ہم خیال بنالیا تب ان کے مقررہ روزینے جاری کیے۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سردارانِ قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔ تعزیت کے لئے مکہ گیا۔ کشتگانِ بدر کے پُر درد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی، لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا اور روتا اور رلاتا تھا۔" (سیرۃ النبی ج1 ص232)

عرب میں اس وقت شاعری آج کے دور میں 'میڈیا' کے طور پر استعمال ہوتی تھی اور ایک شاعر بعض اوقات رائے عامہ کو یک لخت بدل کر رکھ دیتا تھا۔

"ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں چالیس آدمی لے کر گیا۔ وہاں ابوسفیان سے ملا اور اس کو بدر کے انتقام پر برانگیختہ کیا اور ابوسفیان سب کو لے کر حرم میں آیا سب نے حرم کا پردہ تھام کر معاہدہ کیا کہ بدر کا انتقام لیں گے۔" (سیرۃ النبی ج1 ص233)

اسی پر اکتفا نہیں کیا...... اس ظالم نے نبی اکرم ﷺ کے قتل کا منصوبہ تشکیل دے دیا۔

بقول علامہ شبلی: "علامہ یعقوبی اپنی تاریخ میں بنونضیر کے واقعہ میں لکھتے ہیں۔

کعب بن الاشرف الیھودی الذی اراد ان یمکر برسول اللہ ﷺ

"کعب بن اشرف یہودی جس نے رسول اللہ ﷺ کو دھوکے سے قتل کر دینا چاہا۔" (ایضاً)

جب یہ فتنہ انگیزی بڑھی اس وقت مسلمان اور قریش تو پہلے ہی حالت جنگ میں تھے یہود بھی بدعہدی کر کے اس جنگ میں کود پڑے اور جنگی جنوں کو آگے بڑھانے میں پیش پیش رہے اس موقع پر آپ ﷺ کی خواہش پر کعب بن اشرف کو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔

غزوۂ بنی نضیر (ربیع الاوّل 4ھ) نبی اکرم ﷺ بنی نضیر سے ملکر اور اُن کے ہاں جا کر بھی حالات کو سدھارنے اور جنگی جنون (TENSION) کو ختم کرنے کے اقدامات فرماتے رہے مگر اس کے باوجود دو موقعوں پر انہوں نے آپ ﷺ کے قتل کی منصوبہ بندی کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ علامہ شبلی کے بقول:

''حضرت عمر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ عامر کے (جو) دو آدمی قتل کر دیے تھے اور جن کا خون بہا اب تک واجب الادا تھا اور جس کا ایک حصہ معاہدہ کی رُو سے یہود بنو نضیر پر واجب الادا تھا' اسکے مطالبہ کیلئے آنحضرت ﷺ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اُنہوں نے قبول کیا لیکن در پردہ یہ سازش کی کہ ایک شخص چپکے سے بالا خانہ پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ پر پتھر گرا دے، اتفاق سے اس وقت آپؐ بالا خانہ کی دیوار کے سایہ میں کھڑے تھے۔ عمرو بن حجاش ایک یہودی اس ارادہ سے کوٹھے پر چڑھا۔ آپ کو اس کے ارادہ کا حال معلوم ہو گیا اور آپ فوراً مدینہ واپس چلے آئے۔

......قریش نے بنو نضیر کو کہلا بھیجا تھا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دو، ورنہ ہم خود آ کر تمہارا بھی استیصال کر دیں گے۔ بنو نضیر پہلے سے اسلام کے دشمن تھے۔ قریش کے پیغام نے ان کو اور زیادہ آمادہ کیا۔ بنو نضیر نے آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپؐ تیس آدمیوں کو لیکر آئیں ہم بھی اپنے احبار کو لے کر آئیں گے۔ آپ کا کلام سن کر اگر ہمارے احبار آپ کی تصدیق کریں گے تو ہم کو بھی کچھ عذر نہ ہو گا چونکہ وہ بغاوت کی تیاری کر چکے تھے آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم ایک معاہدہ نہ لکھ دو میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آپ ﷺ یہود بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ اُنہوں نے تعمیل کی۔ بنو نضیر کیلئے یہ نظیر موجود تھی کہ ان کے برادرانِ دینی نے معاہدہ لکھ دیا ہے لیکن وہ کسی طرح معاہدہ کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ بالآخر اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر آئیں۔ ہم بھی تین عالم ساتھ لے کر آتے ہیں۔ یہ علماء اگر آپ پر ایمان لائیں گے تو ہم بھی لائیں گے۔ آپ ﷺ نے منظور

فرمایا۔ لیکن راہ میں آپ کو ایک صحیح ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہود تلواریں باندھ کر تیار ہیں کہ جب آپ تشریف لائیں تو آپ کو قتل کر دیں۔" (سیرۃ النبی ج 1 ص 234)

ان حالات کے تناظر میں آپ ﷺ نے بنونضیر کو شرارتوں میں مزید آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے اقدام کا فیصلہ فرمایا۔ اس سے پہلے کہ وہ قریش سے مل کر اُحد کے دن کی طرح کا کوئی اور 'منصوبہ' روبعمل لائیں۔ آپ ﷺ نے صحیح وقت پر نہایت مدبّرانہ کاروائی کی اور مسلمانوں کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنونضیر کی آبادی کا فوجی محاصرہ کر لیا۔

یہ بات یہاں دوبارہ یاد رکھنے کی ہے نبی اکرم ﷺ نے یہود کے تینوں قبائل سے میثاق مدینہ کے نام سے علیحدہ علیحدہ معاہدے کیے تھے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ وہ آپ ﷺ کے مقابلے میں متحد ہو کر سامنے نہیں آسکے۔ پھر بنی قینقاع کے نقض عہد کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے جو اوپر درج ہیں تو بھی آپ ﷺ نے باقی دونوں قبائل سے تجدید معاہدہ کی کوشش فرمائی۔ بنی قریظہ نے میثاق مدینہ کی تجدید کر دی مگر شومئی قسمت کہ بنی نضیر شقاوت باطنی کی وجہ سے یہ سعادت دارین حاصل نہ کر سکے۔

بنونضیر کی آبادی پر آپ ﷺ کا یہ حملہ کسی لحاظ سے بھی بلا جواز نہیں تھا اور نہ ہی بنونضیر نے جواباً یہ موقف اختیار کیا کہ ہم تو آپ ﷺ کے ساتھ معاہدۂ امن میں شریک ہیں ہم پر یہ فوج کشی کیوں؟ بلکہ وہ 'ضمیر کے قیدی' تھے اور میثاق مدینہ کے بعد کی اڑھائی تین سال کی سرگرمیوں کی آڑ میں اس معاہدہ کی دھجیاں اُڑا چکے تھے اور چونکہ یہ سارا منصوبہ قریش، منافقین اور بنی نضیر کی شیطانی تکون کا اپنا پہلے سے تیار کردہ تھا اور دوستی یا 'میثاق مدینہ' کی آڑ میں اپنے تئیں مکمل تیاری کر لی تھی لہٰذا غلطی تسلیم کر لینے کی کوئی صورت نہیں بنی۔

یہ محاصرہ پندرہ دن جاری رہا۔ اُن کی قلعہ نما آبادی کے گرد نخلستان تھے وہ اگلی کاروائی میں رکاوٹ تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے باغات کا ایک حصہ کٹوا دیا تاکہ قلعہ تک مسلمانوں کو بلا روک ٹوک رسائی ہو سکے۔ قرآن مجید اس کاروائی کو بھی یہود کی 'ذلت' کے لئے ضروری خیال کرتا ہے کہ کسی باغ کے مالک کی آنکھوں کے سامنے اس کے باغ کو کاٹ کر اُجاڑ دیا جائے۔ نخلستان کے جو حصے بچ گئے تھے وہ بھی بعد میں بنی نضیر کی 'ذلت' کے نشان ہی بن گئے۔

نبی رحمت ﷺ کی شان رحیمی کہ دشمن کو نیست و نابود کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اصلاح احوال اور اُن کے شر سے حفاظت ضروری تھی۔ بنو نضیر اس شرط پر راضی ہوئے کہ وہ جس قدر مال و اسباب اُونٹوں پر لے جا سکیں وہ مدینہ سے دور لے جائیں چنانچہ وہ سب اپنے گھروں کو گرا کر قیمتی سامان (اور خزانے) لے کر اپنے ہاتھوں لگائے ہوئے کھجوروں کے باقی باغات کو باحسرت و یاس تکتے ہوئے ساری منقولہ جائیداد (MOVEABLE PROPERTY) اپنے ساتھ لے جا کر خیبر وغیرہ میں آباد ہو گئے اور اپنی وجاہت اور حیثیت کی بنا پر رئیس بن گئے۔ اس جلاوطنی کی خفت کو مٹانے کیلئے مدینے سے ان کا یہ سفر بظاہر بڑے کروفر اور مُسرفانہ انداز کا تھا اور حضرت محمد ﷺ کو قتل کرنے یا راستے سے ہٹانے کے پانچ صدیوں کے منصوبے کی یوں ناکامی پر آنسو چھپانے کا بہانہ تھا۔

اس موقع پر بنی قریظہ تو تجدید معاہدہ کی وجہ سے بنی نضیر کی مدد کو نہ آ سکے جبکہ منافقین مدینہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کے ایمان و یقین کا رُعب ڈال دیا وہ ابھی لیت و لعل کرنے کے بہانے ہی ڈھونڈ رہے تھے کہ محاصرہ کی کاروائی جلاوطنی پر منتج ہو کر ختم ہو گئی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)________________

☆ صہیونیت......ایک ابلیسی ذہنیت کا حامل انسانوں کا ایسا گروہ ہے جو انسانی اقدار اور انسانی جذبات سے عاری ہے۔ بنو نضیر مدینۃ النبی ﷺ سے جلاوطنی کے بعد بھی باز نہیں آئے اس قبیلہ کے لوگ دو حصوں میں علیحدہ مشخص ہو گئے اور اندرونِ خانہ کی منصوبہ بندی کے تحت بظاہر علیحدہ مگر حقیقتاً ایک ہی راستہ پر گامزن رہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ ایک گروہ ملک شام جہاں عیسائیت زیادہ گاڑھی شکل میں تھی اور اس کا غلبہ تھا قیصر روم کی فرمانروائی تھی، اس گروہ نے وہاں جا کر قیصر روم، عیسائی مذہبی بطریقوں اور رہنماؤں کو اُبھارا اور اسلام کے خلاف صف آرا کر دیا۔ دوسرے گروہ نے سابقہ مشن جاری رکھا اور قریش مکہ کے ساتھ روابط بڑھائے، سابقہ تعلقات کو استعمال کیا اور ایک زیادہ خوفناک، خونریز اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں لگ گئے۔

☆ مسلمانوں کو صہیونی قبیلہ بنی قینقاع اور بنی نضیر سے تو گلوخلاصی ہو گئی مگر قریش سے پنجہ آزمائی جاری تھی۔ منافقین اپنے سرپرستوں کی غیر موجودگی میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے لہٰذا اُنہوں نے بھی کاروائیاں تیز کر دیں۔ ان کاروائیوں میں اب حضرت محمد ﷺ کی ذاتی کردار کشی اور

دوسروں کی نظر میں بزعم خویش گرانے کی سرگرمیاں شامل ہوگئیں چنانچہ......اس دور میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر واقعہ افک رونما ہوگیا جس سے بظاہر بڑی عجیب صورت حال نے جنم لے لیا مگر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ آزمائش باہمی اخوت و احترام کے جذبوں کو ابھار کر جلد ہی ختم ہوگئی۔قرآن مجید نے اس واقعہ کا سورۂ نور میں تذکرہ کیا ہے اور اسے اہل ایمان کے حق میں ''باعث خیر'' قرار دیا ہے کہ اس سے مسلمانوں کی صفوں میں چھپے منافقین کا کردار اور سرگرمیاں کھل کر سامنے آگئیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّـذِيۡـنَ جَـآءُوۡ بِـالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ بَلۡ هُوَ خَيۡـرٌ لَّكُمۡ لِكُلِّ امۡرِیءٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَ الَّذِىۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ (11:24)

''جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیے اتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔''

اسی طرح 4ھ اور 5ھ کے دوران یہودیوں اور بالخصوص بنی نضیر کی سازشوں سے مسلمانوں کو تبلیغ کے نام پر لے جا کر قتل کر دینے اور قریش کے حوالے کر دینے جیسے واقعات رونما ہوئے جو سراسر ایک صہیونی اور ابلیسی ذہن ہی کی پیداوار (BRAIN CHILD) ہو سکتے تھے۔

غزوۂ احزاب (ذوقعدہ 5ھ) یعنی عرب کی متحدہ جنگ بنو نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے تو اُنہوں نے ایک نہایت عظیم الشان سازش شروع کی۔اُن کے رؤساء میں سے سلام بن ابی الحقیق، حیی بن اخطب، کنانہ بن الربیع وغیرہ مکہ معظّمہ گئے اور قریش سے مل کر کہا:......''اگر ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کیا جاسکتا ہے''۔قریش اس کے لئے ہمیشہ کی طرح تیار تھے۔قریش کو آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو لالچ دیا کہ خیبر کا نصف محاصل اُن کو ہمیشہ دیا کریں گے۔بنو اسد غطفان کے حلیف تھے۔غطفان نے اُن کو لکھ بھیجا کہ تم بھی فوجیں لے کر آؤ۔قبیلہ بنو سلیم سے قریش کی قرابت تھی اس تعلق سے اُنہوں نے بھی ساتھ

دیا۔ بنوسعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا اس بنا پر یہود نے اُن کو بھی آمادہ کیا۔ غرض تمام قبائل عرب سے لشکر گراں تیار ہو کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ فتح الباری میں تصریح ہے کہ اُن کی تعداد دس ہزار تھی۔

یہ لشکر تین مستقل فوجوں میں تقسیم تھا۔ غطفان کی فوجیں عینیہ بن حصن فزاری کی کمان میں تھیں جو عرب کا مشہور سردار تھا۔ بنو اسد طلیحہ کی افسری میں تھے اور ابوسفیان (بن حرب) سپہ سالارِ کل تھا۔ (سیرۃ النبی ج1 ص240)

اس لشکر کی تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف ہے تاہم یہ لشکر دس ہزار سے زائد نفوس انسانی پر مشتمل تھا اور اس مہم جوئی میں یہود کے سرمائے اور سفارتکاری کو سب سے زیادہ دخل بھی تھا اور اہداف کے اعتبار سے منصوبہ بندی بھی انہی کی تھی۔ جنگ اُحد سے تقابل کریں تو کہاں تین ہزار کا لشکر قریش اور کہاں دس ہزار کی اتحادی فوج...... بظاہر اس اتحادی لشکر کو صاف نظر آرہا تھا اور اُن کے ذہن میں یہی تھا کہ مدینہ میں گھس کر مسلمانوں کو ختم کریں گے۔ ادھر بنی قریظہ اندر سے مدد کریں گے اور یوں...... العیاذ باللہ...... صیہونیت اپنے اہداف کو حاصل کر لے گی یعنی اسلام اور حضرت محمد ﷺ کو ختم کر دیں گے...... مگر ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن (جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا اور جو اس نے نہیں چاہا وہ نہ ہو سکا)۔ (ابلیسی منصوبہ ناکام ہو گیا............ صیہونیت اپنے تمام شیطانی منصوبوں سمیت ناک رگڑنے پر مجبور ہو گئی اور ایسی شکست خوردہ ہوئی کہ آج تک (چودہ صدیاں) مسلمانوں سے براہِ راست ٹکراؤ کا حوصلہ نہ پا سکی۔)

چشم فلک نے دیکھا اور عبرت پذیر نگاہوں نے بھی مشاہدہ کیا کہ اتحادی لشکر جب مدینہ پہنچا تو مدینۃ النبیؐ وہ مدینہ نہیں تھا جس کا نقشہ وہ ذہنوں میں بٹھائے ہوئے تھے...... وہ نقشے جن کو بنیاد بنا کر ابلیسی منصوبہ سازوں نے قریش اور دیگر مشرک قبائل سے مل کر مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا وہ یکسر بدل چکے تھے۔ اب مدینۃ النبیؐ کے گرد ایسا حفاظتی حصار موجود تھا جو ابلیسی منصوبہ سازوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ حصار ایک خندق تھی جو حضرت محمد ﷺ نے شہر کے گرد تیار کرائی تھی۔ مدینہ کے جنوب...... مشرق اور مغرب میں پہاڑیاں تھیں اور قدرتی حصار بنا ہوا تھا۔ جب کہ شمال میں آبادی کے قریب میدان تھا۔ آپ ﷺ نے شمالی طرف ایک پہاڑ کو درمیان میں لے کر باقی حصہ پر خندق کھودنے کا حکم دیا تھا اور یہ منصوبہ حکمت نبویؐ کا شاہکار تھا۔ مادی اور

معاشی وسائل سے تہی دست جماعت صحابہؓ نے نہایت ایثار اور جانفشانی سے یہ خندق چند ہفتوں میں تیار کی تھی۔ 1500 جانثاروں کی شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد عجائبات دنیا میں درج ہونے کے قابل ایک منصوبہ تکمیل پذیر ہوگیا کہ 16 سے 18 فٹ چوڑی اور تقریباً اتنی ہی گہری خندق تیار کی گئی تھی تاکہ کوئی جوانمرد چھلانگ (LONG JUMP) سے بھی اس کو عبور نہ کرسکے اور کوئی گھڑسوار بھی اس کے پار نہ پہنچ سکے۔

اب خندق کے اندر کی طرف مسلمان تھے اور خندق پر پہرہ دیتے تھے کہ کہیں سے ہنگامی بندوبست کر کے خندق عبور نہ کرلی جائے جبکہ باہر کافر تھے جو اپنے ناپاک منصوبے کی یوں مٹی پلید ہوتے دیکھ کر دانت 'پیستے' تھے۔ تیرانداز تیر برساتے تھے مسلمان اسکا جواب دیتے تھے۔ (اس وقت تک قریش اور یہودی منصوبہ سازوں کے ذہن میں فوج کے ساتھ کوئی انجینئرنگ ڈویژن کا خیال نہیں تھا۔ جیسا کہ بعد کی جنگوں میں ضرورت کے تحت پیدا ہوگیا اور آج فوج کا اہم حصہ ہے)

صہیونیت کے اس ابلیسی منصوبہ کو خاک میں ملانے کے سلسلے میں حکمت نبویؐ کا اہم کارنامہ یہ بھی سامنے آیا کہ آپ ﷺ نے جب دشمن کے حملے کی صورت میں تفصیلات طے کیں تو محصور ہو کر خندق کے اندر دفاع کرنے کی صورت میں غذائی اجناس اور راشن کی سخت ضرورت تھی آپ ﷺ نے مدینہ کے گردونواح سے غذائی اجناس کا (اپنی ضرورت سے بھی زیادہ) کل ذخیرہ مدینے کے اندر منتقل کرلیا۔ اس جنگی اقدام سے دو فائدے ہوئے ایک یہ کہ اہالیانِ مدینہ کو بنیادی غذائی اجناس کی فراہمی میں رکاوٹ نہیں آئی جبکہ...... دوسری طرف حملہ آور فوجیں جو عام طور پر اپنی غذائی ضروریات آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کر کے پوری کرتی ہیں اس میدان میں بھی حملہ آور اتحادی افواج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

صہیونی اور مشرک قبائل کے گٹھ جوڑ سے آنے والی فوج خندق کو دیکھ کر پہلے مرحلے میں ہی بددل ہوگئی اور حوصلہ (MORALE) پست ہوگیا۔ محاصرے نے طول کھینچا تو غذائی اجناس کی قلت اور راشن کے ختم ہوجانے پر مزید پریشانی اور باہمی خلفشار بڑھ گیا۔ سب سے آخر میں بنی قریظہ اور مشرک قبائل کے درمیان آپ ﷺ نے کچھ غلط فہمیاں پیدا کردیں۔ جس سے حملہ آور فوج بالکل ناکام و نامراد ہو کر 28 دن کے محاصرے کے بعد بھی کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں کرپائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا بھیجی اور اپنے غیر مرئی لشکر (غالباً صالح جنات کی فوج) بھیجے جس سے حملہ آور فوج کے خیمے اُکھڑ گئے اور دیگیں اُلٹ گئیں بد دلی پھیل گئی اور وہ محاصرہ ختم کر کے واپس چلی گئی۔اس طرح حق کی فتح ہوئی اور ابلیسیت وصہیونیت اپنے ناپاک منصوبہ میں کلیتاً ناکام ہوگئی۔

دشمن کے اس سارے منصوبہ میں اہم ترین حصہ یہ تھا کہ حملہ آور فوج مسلمانوں کو کچل دے گی، حق مٹ جائے گا، آسمانی کتاب قرآن مجید کو غائب کر دیں گے، حضرت محمد ﷺ (معاذ اللہ) قتل ہو جائیں گے مسلمانوں کا صفایا کر دیا جائے گا۔یہ منصوبہ وہی سابقہ قتل انبیاء کرام علیہم السلام جیسا ہی تھا بلکہ اس سے بھی خوفناک۔دشمن فوج بالآخر واپس چلی جائے گی اس وقت یہودی قبیلہ بنی قریظہ اقتدار پر قبضہ کرے گا اور یہ سارا علاقہ ان کے کنٹرول میں چلا جائے گا۔مگر ''بسا آرزو کہ خاک شد'' جب حملہ آور فوج شکست کھا کر واپس چلی گئی تو آپ ﷺ نے حملہ کر کے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا پہلے تو جنگ پر تیار ہوئے مگر بعد میں ہتھیار ڈال دیے اور معاہدہ کی صریح خلاف ورزی پر معذرت کی بجائے اپنے سابقہ حلیف حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانا منظور کر لیا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تورات منگوا کر معاہدہ کی خلاف ورزی پر تورات کی عبارت کے مطابق فیصلہ کر دیا جس کے انکار کی ان کے لئے گنجائش نہیں تھی۔یوں بنی قریظہ کے تمام قابل جنگ مرد قتل کر دیے گئے۔یہ سزا بنی قریظہ اور ان کے دیگر ماسٹر مائنڈ قبائل اور سرپرست حضرات کے لئے اہم سگنل تھا۔صہیونیت کے علمبرداروں کو یہ سزا آج بھی یاد ہے اور بچوں کو بھی سناتے ہیں اور مظلومیت کا رونا روتے ہیں مگر حضرت محمد ﷺ کو ستانا قتل کے منصوبے اور امن معاہدوں کی خلاف ورزی کے اپنے سنگین جرائم بھلا دیتے ہیں جسکی بنیاد پر انکی اپنی کتاب تورات کے مطابق انہیں اس سزا سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

ابلیس......صہیونیت کی پشت پر

جنگ احزاب میں تمام اتحادی قوتوں (تینوں یہودی قبائل اور عرب کے دیگر مشرک قبائل) کو بے مثال ہزیمت اُٹھانے کے بعد انہیں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے حق کے علمبردار ہونے اور ان کی رحمت للعالمینی کا احساس ہونا چاہئے تھا۔مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا۔یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہودی قبائل خود انسانی سطح پر حضرت محمد ﷺ کی مخالفت کر رہے ہوتے تو مکہ مشرکین کی طرح......ایک دن سوچتے کہ آخر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات ہیں کیا؟ اور اُن میں وہ کیا خاص 'حق' کی طاقت ہے کہ

اس حق کی طاقت وقوت، حشمت وہیبت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور اہل مکہ کی اکثریت کی طرح ایمان لے آتے تو مسلمانوں کی طرف سے معاملہ ''مضیٰ ما مضیٰ'' اور ''ماضی پر مٹی پاؤ'' والا ہی ہوتا۔ حضرت محمد ﷺ بھی اپنے فرمان کے مطابق "الاسلام یھدم ما کان قبلہ" (اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ ختم کر دیتا ہے) سابقہ سے درگزر کر کے انہیں اپنی آغوش رحمت میں چھپا لیتے اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں اپنے فرمان

وَ مَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَ اسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا (64:4)

''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول اللہ (ﷺ) بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) بڑا مہربان پاتے''

کے مطابق اُن کی خطاؤں سے درگزر فرماتا بلکہ برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیتا۔ افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا مشرکین مکہ کے اکابر واصاغر نے بالآخر یہودیوں سے اپنے راستے جدا کر لئے اور ایمان لے آئے مگر صیہونیت کے سرکردہ لیڈر اور سنٹر فارورڈ کے کھلاڑی ایمان کی دولت سے بھی محروم رہے اور سرزمین عرب میں اکیلے بھی ہو گئے۔

بیعت رضوان اور جنگ خیبر یہود کے تیسرے قبیلہ بنی قریظہ کے اخراج کے بعد ان کی سرگرمیاں خیبر، نجد اور دومۃ الجندل منتقل ہو گئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نجد اور دومۃ الجندل کی طرف یہود کی سرگرمیوں کی سرکوبی کے لئے جنگ خندق سے پہلے بھی مہمیں روانہ کر چکے تھے تاہم جنگ خندق کے بعد ان کی سرگرمیوں میں سلطنت روم کے اندر دور تک پھیلے ہوئے تعلقات اور سلطنت فارس میں منظم رابطوں کی وجہ سے بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ جنگ خندق میں قریش کے لشکر کی ناکام واپسی کے وقت ہی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اب قریش دوبارہ اتنی بڑی مہم جوئی نہیں کر سکیں گے اور کبھی مدینہ پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے بلکہ ہمیں ہی

جانا ہوگا۔..........مگر زمینی حقائق بڑے ہولناک تھے۔

مدینہ النبیؐ کے شمال اور جنوب دونوں طرف دشمن تھے جنوب کی طرف قریش تھے تو شمال کی طرف یہود۔ اب ایک طرف رُخ کرتے ہیں تو دوسری طرف سے خطرہ ہے اور مدینے سے نکل کر اقدام کرنا ہے تو یہ صورت حال واقعی جنگی نقطہ نظر سے نہایت اہم ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے پہلے یہود کی طرف کئی مہمّیں بھیجیں تاکہ انہیں احساس دلایا جائے کہ مسلمان ان سے اور ان کی سرگرمیوں سے غافل نہیں ہیں۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سرکردگی میں دومۃ الجندل کی طرف لشکرکشی بہت اہم ہے۔ دوسری طرف آپ ﷺ کے اصل مشن کے لحاظ سے مکہ اور ''بیت اللہ'' کی اہمیت از خود واضح ہے۔ پھر ابھی ابھی اہل مکہ غزوۂ خندق سے واپس گئے تھے۔ ان کی ذلت و پسپائی میں ڈوبے ہوئے انتقامی جذبات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ پھر اپنے شہر میں جنگ (دفاعی جنگ) میں حوصلے زیادہ اور حمیتّ بیدار ہوتی ہے۔ اس سب کے باوجود آپ ﷺ 1400 جانثاروں کو ساتھ لے کر عمرہ کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جنگی اسلحہ ساتھ نہیں تھا صرف تلواریں اور وہ بھی نیاموں میں۔ اتنا اسلحہ تو اس دور میں عربوں کے لئے زادِراہ کا درجہ رکھتا تھا۔ آپ ﷺ نے آج کے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور مکہ یہ پیغام ارسال کیا کہ ہم عمرہ کی نیت سے آئے ہیں ہمیں عمرہ کرنے دیں بیت اللہ سب اہل عرب کا مشترکہ مقام ہے اور ایام حج وعمرہ (محترم مہینے) میں ہم جنگ کرنے نہیں آئے۔ مگر قریشی جوانوں کا خون کھول اٹھا۔ جنگ خندق کی ناکامی کا داغ، دشمن کا نہتے اپنے گھر کے قریب آ جانا اور تعداد میں بھی کم ہونا......سارے عوامل ان کی نگاہوں میں تھے۔ غصہ اور خون آنکھوں سے ٹپک رہا تھا مگر کیا کریں محترم مہینے ہیں عمرہ کی اجازت دیں تو مسلمانوں سے مرعوب ہونے والی بات ہے جنگ چھیڑیں تو دنیا کیا کہے گی، جگ ہنسائی کے علاوہ لوگ عمرہ کے لیے نہیں آئیں گے جس سے ان کی روزی کا سلسلہ اور چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ اس مخمصے میں کئی دن گزر گئے۔ بالآخر ایک صلح نامہ پر دستخط ہو گئے مسلمانوں نے بظاہر بہت دب کر صلح کر لی مگر قرآن پاک نے اسے 'فتح مبین' قرار دے دیا۔ یہ صلح نامہ ایک طرح کا دس سال کے لیے قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان NO WAR PACT تھا۔ مسلمان واپس روانہ ہو گئے طے ہوا کہ مسلمان اگلے سال آ کر عمرہ کریں گے۔ قریش کے اس معاہدہ امن

میں بندھ جانے سے مسلمانوں کو یکسو ہو کر شمال کی طرف موجود دشمن یہود سے نپٹنے کا موقع مل گیا۔

آپ ﷺ نے محرم 7 ہجری میں خیبر پر حملہ آور ہو کر ان کے مضبوط قلعوں، جنگی پناہ گاہوں، اسلحہ اور مستقبل کے لئے خطرہ بننے والے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور انہیں مزید شمال کی طرف دھکیل دیا۔ اس ذلت آمیز شکست کے موقع پر ان یہودیوں کے مجرمانہ کردار اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے بدعہدی اور مخالفت کی بنا پر پورے عرب و عجم میں سے کوئی ان کی مالی، فوجی اخلاقی مدد کو نہ آیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس جنگ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ تک سکون سے اسلام کی ترویج اور اشاعت کے لئے اندرون ملک اور بیرون عرب مواقع میسر آ گئے اور جس کے اُمت مسلمہ کی تاریخ پر شاندار اثرات مرتب ہوئے۔

صہیونیت کے اس طرزِ عمل اور رویے کا اگر تجزیہ کریں تو سوائے اس بات کے اور کوئی امکانی صورت نہیں ہے کہ وہ اپنے طرزِ عمل سے ابلیس لعین کے آلہ کار بن چکے تھے۔ اُنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی علی وجہ البصیرت مخالفت کی، انکار کیا، آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے بنائے، جنگیں کیں۔ معاہدوں کی خلاف ورزی کی۔ آپ ﷺ کا ہدایت کا باب بند کرنے اور راستہ روکنے کی کوشش کی ــــــــــ مگر اللہ تعالیٰ کا منصوبہ کامیاب ہوا اور اس ابلیسی صہیونی گروہ نے منہ کی کھائی راندہ درگاہ ہوئے اور قیامت تک منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ کبھی سامنے آ کر نہیں لڑتے بلکہ پس پردہ سازشیں کر کے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی ناکام کوششیں کرتے رہیں گے۔ بعینہٖ جیسے 'شیطان ابلیس' نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے ہزیمت اُٹھائی اور راندہ درگاہ ہو کر خائب و خاسر بن کر ہمیشہ کے لئے نشانِ عبرت بن گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو بھی اور اس ابلیسی گروہ 'صہیونیت' کو بھی ایک مدت تک اہل ایمان اور حضرت محمد ﷺ کے نام لیواؤں کو آزمانے کے لئے مہلت دے رکھی ہے جو بہر حال ایک وقت ختم ہونے والی ہے۔ انجام کار وہ جہنم رسید ہونے والے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذالک

عرب میں صہیونیت کی آمد اور انجام چند صدیاں قبل 70ء میں ٹائٹس رومی کے حملہ میں یروشلم کی بربادی اور ہیکل سلیمانی کی دوسری تعمیر کے بعد تباہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے غیر انسانی رویے کی وجہ سے اللہ

تعالٰی نے انہیں جلاوطن کر دیا تو یہ ساری دنیا میں پھیل گئے زیادہ تر یہود بابل(BABLONIA) کی غلامی سے نجات دلانے والے ایرانی حکمران سائرس (کیخورس) کے علاقے ایران میں چلے گئے۔ کچھ بابل میں آئے بعض ملکہ سبا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں مسلمان ہوگئی تھی اس کے علاقے یمن وغیرہ میں چلے گئے جہاں اُن کی حکومت بھی قائم ہوگئی۔

بنی اسرائیل میں سے سب سے بگڑے ہوئے لوگ اور قتل انبیاء کرام علیہم السلام کے سرغنے اور مجموعی طور پر بدنام گروہ وہ تھا جو عرب میں آیا اور یہ گروہ قتل انبیاء کرام علیہم السلام کی سابقہ روایات کے تحت متوقع اور موعود آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے (معاذ اللہ) نبٹنے کے لئے یہاں یثرب میں آ کر آباد ہوا تھا اور اپنے یہودی ہتھکنڈوں یعنی اپنے نسلی افتخار کے جھوٹے عقیدہ اور غیر یہود کو انسان نہ سمجھتے ہوئے ان سے سودخوری اور غیر انسانی سلوک کرنے جیسے جرائم کو'حلال' سمجھتے ہوئے آیا تھا اور صدیوں ان کا یہی رویہ مقامی قبائل عرب سے رہا۔ تا آنکہ حضرت محمد ﷺ عرب کے شہر مکہ میں مبعوث ہوئے۔ جناب خالد مسعود صاحب نے حیاتِ رسول اُمی ﷺ میں یہود کے قیام عرب کے دوران رویوں پر یوں تبصرہ کیا ہے:

>''بنی اسماعیل کو یہود ہمیشہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے رہے تھے اس لیے رسالت کا تاج ان کے سروں پر سجا ہوا انہیں ایک نظر نہیں بھایا۔ دوسری طرف زمینی حقیقت یہ تھی کہ قریش عرب کے سردار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی علانیہ مخالفت کرنے کی صورت میں اندیشہ تھا کہ عربوں کی قومی حمیت نہ جاگ اٹھے۔ اس لیے اہل کتاب کی منصوبہ بندی نہایت محتاط نظر آتی ہے۔ مکی دور میں ان کے دو رویے سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ نئی نبوت کے رنگ ڈھنگ دیکھتے رہو اور حالات پر کڑی نظر رکھو۔ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا نقصان دہ ہوگا۔ دوسرا یہ کہ قریش کو اکسا کر انہیں اس دعوت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا جائے اور اہل کتاب خود پارٹی بننے سے حتی الامکان گریز کریں۔''

اہل مکہ کے نضر بن حارث کے ذریعے یثرب کے یہودیوں سے اس معاملے میں رابطہ اور رہنمائی سے لے کر...... بنی قریظہ کے اخراج اور جنگ خیبر میں شکست و ہزیمت تک......

یہود کا کردار ایک سازشی اور 'دجّالیت' کا کردار رہا ہے۔ یہ یہودی قبائل حضرت محمد ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے دس پندرہ صدیاں پہلے ہی یروشلم میں مکہ کے مشابہ فرضی نشان مثلاً وادی بکاء، صفا، مروہ، قربان گاہ، اللہ کا گھر وغیرہ بنا کر اپنا ذہن بنا چکے تھے کہ وہ 'نبی علیہ السلام' جب آئیں گے تو ان کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ اغلباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو یروشلم کی مقدس سرزمین سے ہی نکال دیا تا کہ وہ اپنے منصوبے میں آگے نہ بڑھیں بلکہ حسرت و یاس سے اپنے ماضی کو کوستے رہیں۔

جب حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تو ان یہودی قبائل سے اس قسم کی کوئی توقع نہیں تھی کہ وہ آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے دامن رحمت کو تھام لیں گے۔ آپ ﷺ نے تو انہیں بہت سے مواقع دیے مگر صہیونیت کے پرستاروں نے وہی کیا جو ان کا منصوبہ تھا اور ابلیس لعین نے انہیں سکھا رکھا تھا "ان الشیطین لیوحون الی اولیا ئھم" سورۃ انعام میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

ایک طرف حضرت محمد ﷺ کے برحق پیغمبر ہونے کی نشانیاں واضح تھیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشانات روز بروز سامنے آرہے تھے۔ دوسری طرف ان یہودیوں کے دل و دماغ میں پہلے سے طے شدہ ایک شیطانی اور ابلیسی منصوبہ تھا جسے ابلیس روز بروز مزید مزین کر رہا تھا۔ ان یہود کی ہی فراہم کردہ معلومات پر اوس و خزرج کے لوگ ایمان لا چکے تھے مگر خود یہود اس ضمن میں ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے۔ لوگوں کے استفسار پر وہ کہتے تھے کہ ان کے دل غلافوں میں محفوظ ہیں اور اپنے طے شدہ منصوبے پر ہی گامزن ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تبصرہ فرمایا کہ 'بل طبع اللہ علیھم' 'یہ محفوظ نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر 'ختم قلوب' کی مہر لگا دی ہے لہٰذا اب انہیں اسلام قبول کرنے اور دامن محمدی ﷺ سے وابستہ ہو کر گناہ معاف کرانے کی توفیق بھی نہیں میسر آئے گی۔ یہ ہے ابلیس کے آلہ کار بننے کا ثمر۔

آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے خلاف صہیونی سازشوں اور سیاہ کرتوتوں کا ذکر قرآن پاک میں

1ھ کے اواخر سے لے کر 7ھ کے اوائل تک صہیونیت کی آسمانی بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کے خلاف کھلم کھلی جنگ کا زمانہ ہے۔ اس کائنات میں جہاں صرف اُسی (اللہ تعالیٰ جو تورات و انجیل اتارنے والے ہیں اور بنی اسرائیل کے بھی رب ہیں) کا حکم چلتا ہے وہاں صہیونیت کی

خدا بیزار، وحی دشمن، انسان دشمن، امن دشمن، قرآن دشمن اور محمد ﷺ دشمن کاروائیاں دراصل "FORCING GOD'S HANDS" یعنی اللہ تعالیٰ (کا بازو مروڑ کر اس) سے زبردستی اپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل کی ناپاک کوششوں کا مجموعہ تھا۔

قرآن مجید نے اس ابلیسی گروہ کی کاروائیوں کا پردہ چاک کیا ہے یہی وجہ ہے کہ یہود گزشتہ چودہ صدیوں سے قرآن مجید کو صفحۂ ہستی سے غائب کرنے اور جلانے کی (ناکام) کوششیں کرتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ یہودی جرائم کا راز فاش کر کے ہی رہے گا۔

بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ نے جس طرح مدینہ کے مسلمانوں اور حضرت محمد ﷺ کو ستایا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ سورۂ نساء میں اس یہودی ذہنیت کی نقشہ کشی کی گئی ہے

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِى الدِّيْنِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا O (46:04)

''جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات (اور مخارج) سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور سنئے نہ سنوائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (تم سے گفتگو کے وقت) 'راعنا' کہتے ہیں اور اگر (یوں) کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور (صرف) اِسمع اور (راعنا کی جگہ) اُنظرنا (کہتے) تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی بہت درست ہوتی لیکن اللہ نے انکے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں''

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کے کرتوتوں پر اللہ بہت غضب ناک ہوا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا O (47:04)

''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! قبل اس کے کہ ہم ان لوگوں کے چہروں کو بگاڑ کر ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتے والوں پر کی تھی، ہماری نازل فرمائی ہوئی کتاب پر جو تمہاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے ایمان لے آؤ اور اللہ نے جو حکم فرمایا سو (سمجھ لو کہ) ہو چکا''

اس سے آگے وہ آیت ہے جو بالعموم صرف تاویل عام کے تحت عمومی شرک کی مذمت میں بت پرستی، قبر پرستی یا مشرکین مکہ کے کردار پر چسپاں کر دی جاتی ہے حالانکہ یہ مدنی سورۃ ہے اور سیاق کلام سے بھی واضح ہے کہ یہود سے خطاب ہے یہاں تاویل خاص کے طور پر 'شرک' سے مراد ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے احکام، وحی کا انکار اور پیغمبر کی معرفت اور شناخت کے باوجود کفر اور ان کے قتل کے منصوبے دراصل اللہ کی نافرمانی اور تورات، زبور اور انجیل کے احکام کے ساتھ ساتھ انبیائے بنی اسرائیل کے احکام اور روایات کی صریحاً خلاف ورزی تھی جو (آپ ﷺ پر ایمان نہ لانے پر اپنے زعم میں صرف اپنے نبی علیہ السلام اور اپنی کتاب کو مانتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کا چہیتا اور جنت کا حقدار سمجھتے ہیں دراصل) اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر 'غیر اللہ' کی اطاعت کے ضمن میں آتی ہے اور یہ شرک کی بدترین قسم ہے کہ وحی و نبوت کے ماننے والے ہی اللہ تعالیٰ کے اگلے احکام سے انکار کر دیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَايَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ يَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ (48:04)

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کوئی (اللہ کا ماننے والا اور نبیوں کا ماننے والا ہی اللہ کے بھیجے ہوئے اگلے نبیؑ کو نہ مانے اور) کسی (یعنی اپنے لیڈروں اور نفسانی خواہشات) کو اس کا شریک بنائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے'' (واضح رہے کہ حضرت محمد ﷺ پر ختم نبوت کی وجہ سے اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔)

اس پر اکتفا نہیں...... بنی اسرائیل کے اس صہیونی گروہ کے دماغ ایسے خراب ہوئے، نفسیات ایسی بدلی کہ تورات یاد رہی نہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے فرامین و اقوال...... الٹا ذاتی مفاد میں اور دنیاوی اغراض میں دین کی وسیع تر مصالح اور حکمتیں بھی پس پشت ڈال دیں۔ اہل ایمان سے (جو تورات و زبور و انجیل کے ماننے والے ہیں، انبیاء بنی اسرائیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں)

مکہ کے کافروں کو بہتر سمجھتے ہیں۔ غضب خدا کا!۔۔۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہٰۤؤُلَآءِ اَہۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ وَ مَنۡ یَّلۡعَنِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ نَصِیۡرًا (04:51-52)

''بھلا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفّار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مؤمنوں کی نسبت سیدھے رستے پر ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو تم کسی کو اس کا مددگار نہ پاؤ گے''

سرزمین عرب کے یہود...... دور انتشار میں جلاوطنی کی سزا بھگت رہے تھے تو انسان دشمنی اور خدا بیزاری کا یہ حال تھا اگر ان کے پاس حکومت آجائے اور غلبہ مل جائے تو کیا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَمۡ لَہُمۡ نَصِیۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡکِ فَاِذًا لَّا یُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِیۡرًا O (04:53)(کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے (تو) لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے)

دراصل یہ بنی اسماعیل کی دشمنی میں حسد کی آگ میں جل رہے ہیں اور قیامت کے دن بھی جلیں گے۔ ان کی سازشیں اتنی زیادہ اور گہری ہیں کہ ان کی کھالیں جل جائیں گی تو اور کھال دے دی جائے گی تا کہ جہنم میں جلنے کا احساس دائمی طور پر باقی رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صہیونیت کے بارے ارشاد ہے:

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا O فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡہُ وَ کَفٰی بِجَہَنَّمَ سَعِیۡرًا O اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا O (04:54-55-56)

''یا...... جو اللہ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں تو ہم نے خاندان ابراہیمؑ کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی

تھی۔ پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رکا رہا۔ تو ان نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا کفر کیا ان کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے جب ان کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔''

یہود کے زیر اثر مدینہ کے منافقین قرآن مجید کی نظر میں

اُس دور کے بظاہر کلمہ گو...... مگر منافقین اپنے کردار کے اعتبار سے یہود کی ذہنیت کا ہی عکس قبیح تھے بلکہ...... نقل پر اصل سے بہتر کا گمان ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی سورۃ نساء میں چند رکوع بعد منافقین کا ذکر ہے:

وَ لَاتُجَادِلُ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا O يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَايَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَايَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًاO(4:107-108)

''اور جو لوگ اپنوں سے خیانت کرتے ہیں ان سے (زیادہ) بحث نہ کرنا (کیونکہ) اللہ خیانت کرنے والے اور مرتکب جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ تو ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ (اللہ) پسند نہیں کرتا اور اللہ ان کے (تمام) کاموں پر احاطہ کیے ہوئے ہے''

یہود کے جرائم کی طرح منافقین کا بھی سب سے بڑا جرم یہ قرار دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں قرآن کو مانتے ہیں پھر زندگی میں یہود کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے خلاف سازشوں میں شریک ہیں۔ اللہ کی یہ نافرمانی بھی یقیناً ایسے شرک کے زمرے میں آتی ہے جو بخشا نہیں جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَ تْ مَصِيْرًاO (115:4)

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْدًاO (116:4)

اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کوئی کسی کو اسکا شریک بنائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جسکو چاہیگا بخش دیگا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دور جا پڑا''

جو اللہ کی نہیں مانتا اور وحی و رسالت کو نہیں مانتا وہ کسی وجہ سے شرک میں ملوث ہے تو اس کی 'بیماری' یا PATHOLOGY سمجھ میں آتی ہے مگر کلمہ پڑھ کر حضرت محمد ﷺ کو سامنے پیغمبر تسلیم کرتے ہوئے...... قرآن مجید کو وحی مانتے ہوئے اس طرح اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ستانے کے زمرے میں آجائے' یقیناً ناقابل معافی جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو صہیونیت اور اس کے پرستاروں سے بچایا ہے اور یہ خالصتاً اس کا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ساتھ ہی کر دیا ہے:

وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ وَ مَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا O (113:04)

''اور اگر آپ ﷺ پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر ہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اور اللہ نے آپ پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم جانتے نہیں تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے''

تینوں یہودی قبائل ذلت آمیز شکست اور جلاوطنی کے باوجود خیبر جا کر بھی اپنی انبیاء دشمنی اور وحی دشمنی سے باز نہیں آئے اور حد درجہ گھناؤنی سازشوں میں مصروف رہے۔ سورۃ مائدہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں تو چاہئے تھا کہ ایمان لانے والوں میں پہل کرتے...... یہ نہ سہی ٹھوکریں کھا کر صبح کا بھولا شام کو گھر آنے والے کی طرح کچھ دیر بعد ایمان لے آتے مگر انہوں نے تو اپنے (بنی اسرائیل) پر اللہ تعالیٰ کے تمام احسانات، انزال کتب، سلسلہ انبیاء کرام علیہم السلام اور دنیاوی فضیلتوں کے باوجود اللہ کو اپنی مرضی اور طے شدہ پالیسی کے مطابق چلنے پر مجبور کرنے کی ضد نہ بدلی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدُ اَخَذَ اللّٰهُ مِيُثَاقَ بَنِىُ اِسُرَآءِ يُلَ وَ بَعَثُنَا مِنُهُمُ اثُنَىُ عَشَرَ نَقِيُبًا وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىُ مَعَكُمُ لَئِنُ اَقَمُتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيُتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنُتُم بِرُسُلِىُ وَ عَزَّرُتُمُوُهُمُ وَ اَقُرَضُتُمُ اللّٰهَ قَرُضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنُكُمُ سَيِّاٰتِكُمُ وَ لَاُدُخِلَنَّكُمُ جَنّٰتٍ تَجُرِىُ مِنُ تَحُتِهَا الُاَنُهٰرُ فَمَنُ كَفَرَ بَعُدَ ذٰلِكَ مِنُكُمُ فَقَدُ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيُلِ O فَبِمَا نَقُضِهِمُ مِيُثَاقَهُمُ لَعَنّٰهُمُ وَ جَعَلُنَا قُلُوُبَهُمُ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوُنَ الُكَلِمَ عَنُ مَّوَاضِعِهٖ وَ نَسُوُا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوُا بِهٖ وَ لَاتَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِّنُهُمُ اِلَّا قَلِيُلًا مِّنُهُمُ فَاعُفُ عَنُهُمُ وَ اصُفَحُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الُمُحُسِنِيُنَ O (05:12-13)

”اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کیے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور انکی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں پھر جس نے اسکے بعد تم میں سے کفر کیا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔ تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور انکے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلماتِ کتاب کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کو انکی نصیحت کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے اور تھوڑے آدمیوں

کے سوا ہمیشہ آپ ﷺ ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کو کچھ نہ کہو اور ان سے درگزر کرو کہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ لگا تار ناکامیوں اور ہر بار منہ کی کھانے کی وجہ سے اُنہوں نے نصاریٰ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ ساتویں صدی عیسوی کے نصاریٰ بھی دراصل مجموعی طور پر سینٹ پال کے پیروکار اور یہودیّت وصہیونیت کے پروردہ اور آلہ کار رہی تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ O (14:05)

''اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ (حضرت مسیح علیہ السلام کے مخلص ماننے والے اہل حق) ہیں ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا مگر انہوں نے بھی اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی ایک حصہ فراموش کر دیا (اور گمراہ ہو کر سینٹ پال کے متبع ہو گئے) تو ہم نے ان کے مابین قیامت تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے رہے اللہ عنقریب ان کو اس سے آگاہ کرے گا۔''

اس سلسلہ کلام کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے طرزِ عمل پر حسرت کے انداز میں ایک بار پھر قبولِ حق کی ہمدردانہ دعوت دی ہے اور انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل کے حقیقی ماضی کے آئینہ میں آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ O یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ O(15:05-16)

''اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان ﷺ) آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الٰہی میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول

کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے
پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے
والوں کو نجات کے رستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر
روشنی کی طرف لے جاتا اور ان کو سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔''

اللہ کا آخری کلام قرآن مجید کس طرح صیہونیت کے عزائم...... منصوبوں...... طرزِ عمل اور ڈھٹائی کے ساتھ حق سے اعراض پر ضربیں لگاتا (HAMMERING) ہے کہ اس سے پتھر بھی موم ہو جائیں مگر یہود ٹس سے مس نہ ہوئے۔ سچ ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

قرآن مجید ہی کا تبصرہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے، وہ سنگ دل ہو گئے تھے، بے ضمیر ہو گئے تھے، ان کے ضمیر مردہ ہو چکے تھے یعنی وہ اب انسان نہیں حیوان تھے بلکہ اس سے بھی گئے گزرے۔

جنگ خیبر میں پہلے کی طرح ہزیمت کے بعد صیہونیت کے کارپردازوں نے اپنا طریقہ واردات بدل لیا اور اب آئندہ کے لئے نئی قسم کے میدان جنگ اور محاذ تلاش کر لئے۔ ان کا ذکر ان شاء اللہ اگلی نشست میں آئے گا تاہم اس ابلیسی گروہ کو...... جو بگڑے ہوئے بنی اسرائیل کے ساتھ بگڑے ہوئے جنوں پر مشتمل تھا اور اب بھی ہے اپنی کاروائیاں پہلے سے کہیں زیادہ موثر انداز میں جاری رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں سخت تنبیہ (WARNING) دی ہے۔ (سورۂ رحمٰن عام طور پر مکی سورۃ سمجھی جاتی ہے تاہم ہمارے ہاں عام مطبوعہ قرآن مجید میں اسے مدنی لکھا جاتا ہے اس کی وجوہات پر صاحب تفہیم القرآن نے بھی بحث کی ہے اور دیگر محققین و مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بھی۔ مگر زیادہ محتاط رائے یہی ہو سکتی ہے کہ دیگر کئی مثالوں کی طرح یہ سورۃ پہلے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور مدینہ بھی بارے دِگر نازل ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔ اس کے نزول کا زمانہ جنگ خیبر کے فوراً بعد کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے کہ یہود صدیوں بعد مدینہ سے نکالے جا رہے ہیں تاہم یہ سازشوں سے باز نہیں آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم بھی تم سے نمٹ لیں گے۔ ارسالِ رُسل اور انزالِ کتب کے مبارک سلسلہ سے ختم نبوت کی وجہ ہم فارغ ہوا چاہتے ہیں اور اب صیہونیت اور حزب الشیطان سے نبٹنے کے لئے تیار ہیں۔) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ O فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

”اے (شریر انسانوں اور شریر جنّوں کی) دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے“

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ O فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

”اے گروہ جن وانس اگر تمہیں قدرت (اور اللہ کی پکڑ سے بچ نکلنے کی غلط فہمی) ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ اور زور (ہماری طرف سے عطا کردہ طاقت) کے سوا تو تم نکل سکنے ہی کے نہیں۔ تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے“

بنی اسرائیل کے اس بگڑے ہوئے گروہ کے تاریک ماضی اور مکروہ عزائم کی بدولت ہی اللہ تعالیٰ نے صہیونیت کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ پہلے تورات اور زبور کے دشمن تھے اور اصل متن غائب کر دیے اب قرآن کے دشمن ہیں کہ ان کے کرتوتوں سے پردہ اٹھاتا ہے اور دنیا کو اس بظاہر 'معصوم' اور 'مظلوم' اقلیت کا حقیقی چہرہ دکھلاتا ہے، قرآن دشمنی میں وہ پہلے کی طرح آج بھی کباب ہوئے جا رہے ہیں اور وہ اپنے گماشتوں کے ذریعے توہینِ قرآن جیسے جرائم کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے اور اللہ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (15-9) (بے شک یہ کتاب ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں) لہٰذا صہیونیت کچھ بھی کر لے یہ قرآن محفوظ ہے......تو اس کے ماننے والوں کا ایک گروہ بھی یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کے لیے محفوظ رکھا ہوا ہے جو صہیونیت کے سینے کا داغ اور دل وجگر کی جلن کا باعث ہی رہے گا۔

(آئندہ حصے میں صہیونیت (ابلیسی گروہ) کے کردار کے کھوٹے سکے کے دو رخ............قتل انبیاء علیہم السلام اور............جھوٹے مدعیانِ نبوت کا اٹھانا اور ان کی سرپرستی کے عنوان سے گفتگو ہوگی۔ ان شاءاللہ)

دعائے استخارہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں استخارہ کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے اور پھر اللہ سے اس طرح دعا کرے (دعا میں هٰذَا الْأَمْرَ کی جگہ اپنی حاجت کا نام لے)

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْتَخِيْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ أَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ

اے اللہ میں تیرے علم کے واسطے سے تجھ سے بہتری طلب کرتا ہوں

اور تیری قدرت کے واسطے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں

وَ أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيْمِ

اور تیرے عظیم فضل و انعام کا تجھ سے سوال کرتا ہوں

فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لاَأَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَ لاَ أَعْلَمُ وَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

اس لیے کہ یقیناً تو قادر مطلق ہے اور مجھے کچھ قدرت نہیں اور تو سب جانتا ہے

اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو پوشیدہ چیزوں کو خوب جاننے والا ہے

اَللّٰهُمَّ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ

اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام

خَيْرٌ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ/عَاجِلِ أَمْرِیْ وَآجِلِهٖ

میرے لیے دینی، دنیاوی اور انجام کے اعتبار سے یا دنیوی اور اخروی اعتبار سے بہتر ہے

فَاقْدُرْهُ لِیْ وَ يَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِيْهِ

تو اس کو میرے لیے مقدر فرما اور آسان کردے

پھر اس میں میرے لیے برکت (بھی) عطا فرما

وَ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ

اور اگر تیرے علم میں یہ کام

شَرٌّ لِیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ / فِیْ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ

میرے لیے دینی، دنیاوی اور انجام کے اعتبار سے یا دنیاوی اور اخروی اعتبار سے بُرا ہے

فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْهُ

تو تو اس کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے

وَ اقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ أَرْضِنِیْ بِهٖ

اور میرے لیے بہتری مقدر فرما جہاں سے ہو سکے پھر مجھے اس پر راضی کر

(رواہ البخاری)

ایک طرف   یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے خواتین کو وہ عزت واحترام دیا ہے اور معاشرتی حیثیت (SOCIAL STATUS) دی ہے جس کی مثال تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دوسری طرف   یہ بھی عیاں ہے کہ مغربی معاشرے تو کیا مسلمان معاشرے بھی خواتین کو وہ حقوق نہیں دے رہے جو ان کے لیے وحی آسمانی میں مقرّر ہے۔

حضرت حوّا کی بیٹیوں کو ان کا حقیقی مقام دلانے کے لیے اب

جدوجہد کس کی ذمہ داری ہے؟

اور ایسے نظامِ عدل اجتماعی کے

قیام کے لیے..................خواتین کا کردار

کیا ہے؟..................

ان شاء اللہ   **حکمت بالغہ**   ماہِ جون 11ء کا شمارہ

حقوق نسواں نمبر

ہوگا

قارئین حکمت بالغہ اور اہل علم سے

قلمی تعاون کی درخواست ہے۔

(ادارہ)